لِيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

النور

اکتوبر تا دسمبر

۱۹۹۰

"ایک جگہ دل کو بھی عرش کہا گیا ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کی تجلّی بھی دل پر ہوتی ہے اور ایسا ہی عرش اس وراء الوراء مقام کو کہتے ہیں جہاں مخلوق کا نقطہ ختم ہو جاتا ہے۔ اہلِ علم اس بات کو جانتے ہیں کہ ایک تو تشبیہہ ہوتی ہے اور ایک تنزیہ ہوتی ہے مثلاً یہ بات کہ جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جہاں پانچ ہوں وہاں چھٹا ان کا خدا ہوتا ہے۔ یہ ایک قسم کی تشبیہہ ہے جس سے دھوکا لگتا ہے کہ کیا خدا پھر محدود ہے۔ اس لئے اس دھوکا کے دُور کرنے کے لئے بطور جواب کے کہا گیا ہے کہ وہ تو عرش پر ہے جہاں مخلوقات کا دائرہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ کوئی اس قسم کا تخت نہیں ہے جو سونے چاندی وغیرہ کا بنا ہوا ہو اور اس پر جواہرات وغیرہ جڑے ہوئے ہوں بلکہ وہ تو ایک اعلیٰ ارفع اور وراء الوراء مقام ہے اور اس قسم کے استعارات قرآن مجید میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے (جو شخص اس دنیا میں اندھا ہوگا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستے سے بھٹکا ہوا ہوگا)۔"

(ملفوظات جلد دہم ص ۳۶-۳۷)

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by **The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008. Ph: (202) 232—3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Athens, OH 45701

Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

NON PROFIT ORG
U. S. POSTAGE
PAID
CHAUNCEY, OHIO
PERMIT # 1

خاندان حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک بابرکت وجود

محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب انتقال فرما گئے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

۳۸ سال تک واقف زندگی کے طور پر خدمات انجام دیں

۵ سال تک مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر کے عہدہ پر فائز رہے

ربوہ ـــ احباب جماعت کو نہایت دکھ اور افسوس سے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ جماعت احمدیہ کی بزرگ اور خادم دین ہستی حضرت فضل عمر کے فرزندِ ارجمند محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ۱۹ ستمبر ۱۹۹۰ء کی صبح پونے نو بجے اچانک دل کی حرکت بند ہو جانے سے وفات پا گئے۔ (ہم اللہ ہی کے ہیں اور اس کی طرف ہی ہم نے لوٹ کر جانا ہے) آپ کی عمر ۷۲ سال آٹھ ماہ تھی۔

محترم صاحبزادہ صاحب موصوف واقف زندگی خادم دین تھے۔ ایم بی بی ایس کرنے کے بعد ۳۸ سال کے طویل عرصہ تک فضل عمر ہسپتال میں خدمات انجام دیں۔ آپ پانچ سال تک مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے نائب صدر بھی رہے۔ ان دنوں حضرت فضل عمر خود صدر مجلس ہوا کرتے تھے۔

محترم صاحبزادہ صاحب موصوف بڑھاپے اور دیگر عوارض کی وجہ سے کئی سال سے علیل تھے۔ تاہم ایک دن قبل یعنی ۱۸ ستمبر کی شام سانس کی ہلکی سی تکلیف لاحق ہوئی۔ ۱۹ ستمبر کی صبح پونے نو بجے کے قریب گھر ہی میں آرام فرما رہے تھے کہ اچانک حرکتِ قلب رک گئی۔ اور چند ہی لمحوں میں اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئے۔ محترم صاحبزادہ صاحب کو ڈھائی سال قبل دل کا شدید حملہ ہوا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے معجزانہ طور پر شفا عطا فرما دی تھی۔

حالات زندگی محترم صاحبزادہ صاحب یکم فروری ۱۹۱۸ء کو قادیان میں حضرت سیدہ ام ناصر کے بطن مبارک سے تولد ہوئے۔ ایم بی بی ایس پاس کرنے کے بعد ڈیڑھ سال تک کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج امرتسر میں بطور ڈیمانسٹریٹر کام کرتے رہے۔ آپ نے بعد ازاں خدمت دین کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور ۲۲ مئی ۱۹۴۵ء کو آپ کا پہلا تقرر نور ہسپتال قادیان میں بطور اسسٹنٹ انچارج (میڈیکل آفیسر) ہوا۔ تقسیم ملک کے بعد جب مرکز سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ کا قیام عمل میں آیا اور یہاں پر فضل عمر ہسپتال کا قیام عمل میں آیا۔ تو آپ نے یہاں خدمات انجام دینی شروع کر دیں۔ ۱۹ مارچ ۱۹۵۹ء سے آپ کو چیف میڈیکل آفیسر کے فرائض سونپے گئے۔ مرکز سلسلہ میں ابتدائی بے سروسامانی کی حالت میں شروع ہونے والے اس ہسپتال کو بعد ازاں آپ کے دور میں بڑی ترقی نصیب ہوئی۔ چیف میڈیکل آفیسر کے عہدے پر آپ نے ۱۹۸۳ء تک کام کیا۔ یعنی ۲۴ سال تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

ہسپتال سے فراغت کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے گھر پر ہی پریکٹس کا سلسلہ جاری رکھا۔

خالص پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ محترم صاحبزادہ صاحب نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے عہدیدار کے طور پر بھی ایک لمبا عرصہ خدمات انجام دیں۔ جن ایام میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی صدارت کا عہدہ سیدنا حضرت فضل عمر کے پاس تھا۔ ان دنوں عرصہ پانچ سال تک (۱۹۵۴ء ـ ۵۵ تا ۱۹۵۹ء ـ ۶۰) محترم صاحبزادہ صاحب کو بطور نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ خدمات انجام دینے کا موقعہ ملا۔

۱۹۵۵ء میں جب سیدنا حضرت فضل عمر علاج کی غرض سے یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے تو محترم صاحبزادہ صاحب کو حضور کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ اس دورے کی تفصیلی رپورٹیں بھی آپ ارسال کرتے رہے جو الفضل کے صفحات کی زینت بنتی رہیں۔

محترم صاحبزادہ صاحب کو ایک طویل عرصہ تک حضرت فضل عمر اور پھر حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ تعالیٰ کی رحمت آپ پر ہو، کے ذاتی معالج کے طور پر خدمات

باقی صـ۱۱ پہ

اکتوبر۔ نومبر۔ دسمبر ۱۹۹۰ء

ایڈیٹر:۔ ظفر احمد سرور

اس شمارے میں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا شیریں منظوم کلام

جو جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۹۰ء کے موقعہ پر پڑھا گیا

یہ دل نے کس کو یاد کیا۔ سپنوں میں یہ کون آیا ہے
جس سے سپنے جاگ اٹھے ہیں۔ خوابوں نے نور کمایا ہے

گل بوٹوں کلیوں پتوں سے ۔ کانٹوں سے خوشبو آنے لگی
اک عنبر بار تصور نے یادوں کا چمن مہکایا ہے

گل رنگ شفق کے پیراہن میں۔ قوسِ قزح کی پینگوں پر
اک یاد کو جھولے دے دے کر۔ پگلے نے دل بہلایا ہے

دیکھیں تو سہی دن کیسے کیسے حسن کے روپ میں ڈھلتا ہے
بدلی نے شفق کے چہرے پر کالا گیسو بکھرایا ہے

جس رُخ دیکھیں ہر من موھن تیرا منہ ھی تکتا ہے
ہر محسن نے تیرے حسن کا ھی احسان اٹھایا ہے
مرے دل کے افق پر لاکھوں چاند ستارے روشن ہیں لیکن
جو ڈوب چکے ہیں اُن کی یادوں نے منظر دھندلایا ہے
جب مالی داغِ جدائی دے۔ مرجھا جاتے ہیں گل بُوٹے
دیکھیں فرقت نے کیسے پھول سے چہروں کو کملایا ہے
یہ کون ستارا ٹوٹا جس سے سب تارے بے نور ہوئے
کس چندرما نے ڈوب کے اتنے چاندوں کو گہنایا ہے
کیا جلتا ہے کہ چمنیوں سے اٹھتا ہے دھواں آہوں کی طرح
اِک درد بداماں شفقی رُت نے سارا افق کجلایا ہے
کوئی احمدیوں کے امام سے بڑھ کر۔ کیا دنیا میں غنی ہوگا
سچے دل اُس کی دولت ہیں۔ اخلاص اس کا سرمایہ ہے
اے دشمنِ دیں ترا رزق فقط تکذیب کے تھوہر کا پھل ہے
شیطاں نے تجھے صحراؤں میں اک باغِ سبز دکھایا ہے
مَیں ھفت افلاک کا پنچھی ہوں۔ مرا نورِ نظر آکاشی ہے
تو اوندھے منہ چلنے والا اک بے مرشد چوپایا ہے
ساتھی دکھ کے دکھ بانٹے کے اپنا تن من دھن اپنا بیٹھے
ساتھی سُکھ کے تو پرائے سے ہیں۔ کون گیا۔ کون آیا ہے
غفلت میں عمر کی رات کٹی۔ دل میلا بال سفید ہوئے
اُٹھ چلنے کی تیاری کر۔ سورج سر پر چڑھ آیا ہے

ہر ملک کا جماعتی صدارتی نظام غیر معمولی بیداری پیدا کر رہا ہے

یاد رکھیں سارے نظام صرف خدا کے فضل سے چلتے ہیں

خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ بتاریخ ۲۱ تبوک ۱۳۶۹ ہش (۲۱ ستمبر ۱۹۹۰ء) بمقام بیت الفضل ۔ لندن

[یہ خطبہ جمعہ براہِ راست ماریشس میں بھی سنایا گیا]

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

مجلس انصار اللہ یو۔کے کا سالانہ اجتماع

آج جمعۃ المبارک کے دن مجلس انصار اللہ یو۔کے کا سالانہ اجتماع منعقد ہو رہا ہے اور اس میں شرکت کے لئے یورپ کی بعض دوسری مجالس کے نمائندگان بھی تشریف لائے ہوئے ہیں ۔ اسی طرح آج ہی ماریشس کی جماعت کا سالانہ جلسہ منعقد ہو رہا ہے اور امیر صاحب ماریشس کا مجھے پرسوں خط ملا ہے جس میں انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ چونکہ آپ کا یہ خطبہ براہِ راست ماریشس میں سنایا جا رہا ہوگا اس لئے ہمارے اس جلسے کو ملحوظ رکھتے ہوئے چند کلمات ہماری جماعت کو مخاطب کر کے بھی کہیں اس سے جماعت کی حوصلہ افزائی ہوگی ۔

جماعتی نظام کا نیا دور

جہاں تک جماعتی نظام کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ ایک نئے دور میں داخل ہو رہا ہے ۔ اس پہلو سے کہ پاکستان کی جماعتوں سے باہر پہلے وہ نظام جو پاکستان میں یا اس سے پہلے ہندوستان میں رائج تھا وہ تمام دنیا میں اس طرح تفصیل سے رائج نہیں ہوا تھا بلکہ بالعموم دستور یہی تھا کہ مرکزی نمائندہ بطور مربی کسی ملک میں مقرر کیا جاتا وہی امیر ہوا کرتا تھا اور دراصل اسی کی وساطت سے مرکز سے ساری جماعت کا رابطہ رہتا تھا یا بعض صورتوں میں عدم رابطہ کا بھی وہی ذمہ دار بنتا تھا ۔ گذشتہ چند سالوں سے اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ سارے نظامِ عالم کو ہمہ گیر کیا جائے اور جماعت احمدیہ دنیا میں جہاں کہیں بھی پائی جائے ایک ہی نظام کی لڑیوں میں منسلک ہو ۔ ایک ہی اسلوب پر چل رہی ہو اور ملک ملک کا فرق نہ رہے ۔ اس کے ساتھ ہی کچھ عرصہ پہلے ایک یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ صدران مجالس مرکزیہ یعنی خدام الاحمدیہ کے صدر اور انصار اللہ کے صدر اور لجنہ کی صدر یہ تمام دنیا کے صدران نہ ہوں بلکہ ہر ملک کا صدر اپنے ملک کے لحاظ سے جوابدہ ہو اور وہی اس ملک میں آخری ذمہ دار ہو جس کا تعلق براہِ راست (امام جماعت) سے ہو اور اس طرح دنیا میں ہر صدارت کا نظام بھی پاکستان کے صدارت کے نظام کے متوازی جاری ہو جائے اور یہ نہ ہو کہ صدارتیں پاکستان کی صدارت کے تابع ان کی وساطت سے (امام جماعت) سے رابطہ رکھیں ۔ ان دونوں انتظامی تبدیلیوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے غیر معمولی بیداری پیدا ہوئی اور نشوونما کے لحاظ سے ایک ایسے دور میں داخل ہوئی ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی امید افزا ہے اور بہت تیزی کے ساتھ جماعت کے ہر حصے، ہر شعبے اور ہر طبقۂ زندگی میں بیداری پیدا ہو رہی ہے ۔ اس کے نتیجے میں ذمہ داریاں بھی بڑھ رہی ہیں اور بعض امراء پر اور بعض صدران پر اتنا بڑا بوجھ پڑا ہے کہ بعض دفعہ وہ پریشان ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ راہنمائی کے لئے مجھے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی کام اس تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور جماعتی معاملات میں دلچسپی لینے والوں کی تعداد اس تیزی سے بڑھ رہی ہے اور پھر نئے نئے پروگرام بھی ملتے چلے جا رہے ہیں تو کس طرح ہم ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکیں گے ۔ صرف ملکی سطح ہی پر نہیں بلکہ ملک کے اندر مقامی سطح پر بھی بعض احمدیوں پر جب ذمہ داری ڈالی جاتی ہے تو وہ اس ذمہ داری کے تقاضوں کے خیال سے لرزتے ہیں اور بڑے ہی انکسار اور لجاجت سے خط لکھتے ہیں کہ ہم کیسے اس اہم ذمہ داری کو ادا کر سکیں گے تو جہاں بیداری عام ہوتی چلی جا رہی ہے وہاں بیداری کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ذمہ داریاں بھی ساتھ بڑھتی چلی جا رہی ہیں ۔

اس پہلو سے میں نے سوچا کہ آج دو باتوں کی طرف تمام دنیا کے امراء کو بھی اور صدران کو بھی اور اسی طرح ان تمام عہدیداران کو متوجہ کروں جن دو باتوں پر نظام جماعت کا انحصار ہے اور اسی طرح باقی عہدیداران بھی اس نصیحت میں شامل ہیں ۔ اگر وہ ان باتوں کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر کے ان سے منسلک ہو جائیں گے، زندگی بھر ان باتوں سے چمٹے رہیں گے تو (اللہ نے چاہا تو) ان کے سارے مسائل آسانی سے حل ہوں گے اور جماعت احمدیہ کے نظام کو چلانے کے متعلق کسی قسم کی بے وجہ کی فکر لاحق نہیں ہوگی ۔ ایک فکر تو وہ ہوتی ہے جو ہر ذمہ دار آدمی کو ذمہ داری کے ساتھ ہی لاحق ہو جاتی ہے ۔ اس کا تعلق تو اس کی زندگی سے ہے ۔ موت تک یہ فکر اس کو دامن گیر رہتی ہے اور ایک فکر وہ ہوتی ہے جو بدانتظامی کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے ۔ پس میں جس فکر کے دور ہونے کی خوشخبری دیتا ہوں وہ بدانتظامی کے دور ہونے کی فکر سے نجات کی خوشخبری دیتا ہوں ، ذمے داری کے فکر سے نجات کی خوشخبری نہیں وہ اگر میں دوں تو ایک بری خبر ہوگی تو ہر عہدیدار اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ایک فکر میں تو مبتلا ہے اور زندگی بھر مبتلا رہے گا ۔ اس کا اس فکر میں مبتلا رہنا اس کی زندگی کی علامت ہے اور اس کے اس فکر کے بڑھنے کی دعا کرنی چاہیئے، کم ہونے کی نہیں لیکن جہاں کام کے بوجھ بڑھنے کے نتیجے میں خلا رہ جاتے ہیں اور عہدیداران کی تربیت کی کمی کی وجہ سے پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں وہ فکریں بہرحال دور ہونی چاہئیں، اور ان کے دور ہونے کے علاج بھی سوچتے رہنا چاہیئے ۔ اور دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کی فکروں سے ہمارے تمام عہدیداران کو آزاد کرے ۔

تقویٰ کی ایک گہری بات

پہلی بات اس مثال کے ساتھ آپ کے سامنے رکھتا ہوں جو غالباً پہلے بھی بیان کر چکا ہوں اور آپ میں

سے کسی نے حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے) کی کتاب میں پڑھی بھی ہوگی۔ ایک موقعہ پر ان کی والدہ سے ہندوستان کے وائسرائے نے یہ سوال کیا کہ مجھے بتائیے کہ کیا ایک چھوٹے سے گھر کا انتظام چلانا زیادہ مشکل ہے یا ایک ایسی عظیم سلطنت کا انتظام چلانا جس پر سورج نہ غروب ہوتا ہو تو ان کی والدہ نے بڑے تحمل سے اور بڑی گہری فکر کے ساتھ جواب دیا کہ اگر خدا کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو چھوٹے سے چھوٹے گھر کا انتظام بھی چلایا نہیں جا سکتا۔ چھوٹی سے چھوٹی ذمہ داری کو بھی ادا نہیں کیا جا سکتا اور اگر خدا کا فضل شاملِ حال ہو جائے تو بڑی سے بڑی سلطنت کا انتظام چلانا بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ ہر پہلو سے آسان ہو جاتا ہے۔ خود بخود چلنے لگتا ہے۔ تقویٰ کی کتنی گہری بات ہے جو صرف متقیوں کو نصیب ہو سکتی ہے اور ایک عارف باللہ کا کلام ہے۔ اس کے سوا کسی کے ذہن میں ایسا خوبصورت ایسا حسین ایسا حقیقی جواب آ ہی نہیں سکتا۔ پس اس بات کو یاد رکھیں کہ جماعتی ذمے داریاں بڑھنے کے نتیجے میں جہاں آپ کی ذمے داریاں بڑھتی ہیں وہاں اللہ سے تعلق رکھنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داریاں بڑھتی ہیں اور وہ بندے جو خدا سے پیار کرتے ہیں اور خدا پر انحصار کرتے ہیں ان کے کام خدا خود آسان کر دیتا ہے اور ان کے کام از خود رواں ہو جاتے ہیں اس لئے سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کاموں کے بڑھنے کے نتیجے میں آپ خدا سے تعلق بڑھائیں اور اس پر انحصار کریں۔ اس کا برعکس بہت ہی خطرناک ہے جہاں آپ یہ خیال کریں کہ گویا آپ کے زور پر کام چل رہے ہیں وہاں نفسانیت کا ایک کیڑا داخل ہو جاتا ہے جو نیک اعمال کو کھانے لگتا ہے اور وہیں کاموں میں خرابی کی بنیادیں پڑ جاتی ہیں، خرابی کا آغاز شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو خدا ہی پر توکل رکھتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ سارے کام خدا کے فضلوں سے چلیں گے وہ ہمیشہ دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے کام بہتر ہوتے چلے جاتے ہیں اور بہتر ہونے کے نتیجے میں ان کو تکبر کی ٹھوکر نہیں لگتی بلکہ انکسار بڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل بڑھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے اس کے دل میں شکر کے زیادہ جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اس کے ردِ عمل کے نتیجے میں پھر خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا ہے کہ جو بھی میرا شکر گزار بندہ ہوگا اس کو میں مزید دوں گا۔

پس سب سے اہم نکتہ یہی ہے جس کو آپ یاد رکھیں پلّے باندھ لیں۔ کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی بھلائیں نہیں کہ انتظام خواہ کتنے ہی بڑے اور وسیع تر ہوتے چلے جائیں۔ خدا کے فضل سے چلیں گے۔ اور جو لوگ خدا سے تعلق رکھتے ہیں ان کے کام آسان ہو جایا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود اپنے فضل سے وہ کام بنا دیتا ہے۔ اس لئے اپنا تعلق بڑھائیں اور پھر دعاؤں میں زور دیں اور یاد رکھیں کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے سب سے پہلے خیال دعا کا ہونا چاہیئے اور سب سے پہلا سہارا خدا کا ڈھونڈنا چاہیئے۔ یہ عادت زندگی بھر آپ کے کام آئے گی اور ہمیشہ آپ کے سارے کام آسان کرتی چلی جائے گی۔

تقویٰ کا وسیع مضمون

دوسرا پہلو تقویٰ کا ہے جس کا اسی سے تعلق ہے۔ اللہ سے تعلق بڑھانا ہو تو تقویٰ کا معیار بھی بڑھانا چاہیئے اور اس پر میں بہت دفعہ گفتگو کر چکا ہوں لیکن یہ مضمون اتنا وسیع ہے بلکہ عملاً لامتناہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح خدا کی ذات لامتناہی ہے اس طرح تقویٰ کا مضمون بھی لامتناہی ہے۔ کیونکہ اس کا خدا کی ذات سے گہرا تعلق ہے۔ تقویٰ کا تمام تر انحصار اللہ تعالیٰ پر ہے۔ اس لئے متقی کے بلند مراتب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ تقویٰ کا مضمون بھی پھیلتا چلا جاتا ہے۔ اور وسعت اختیار کرتا چلا جاتا ہے اور اس کی کوئی حد نہیں آتی۔ اس پہلو سے خواہ لاکھ خطبات بھی دیئے جائیں یہ مضمون اپنی ذات میں ختم ہونے والا مضمون نہیں۔

آج میں اس پہلو سے امیروں کو اور دیگر عہدیداران کو، صدران مجالس ہوں یا دیگر عہدیداران ہوں، ان کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس دعا کو جس کی طرف میں پہلے بھی متوجہ کر چکا ہوں اس کو خصوصیت کے ساتھ اپنا لازمہ بنا لیں۔ اس دعا کے ساتھ چمٹ جائیں اور اس دعا کو اپنے ساتھ چمٹا لیں اور وہ ہے کہ ...... کہ اے خدا! ہمیں متقیوں کا امام بنا۔ یہ دعا کرتے ہوئے جب وہ اس پر غور کریں گے تو اس کے نتیجے میں نئے نئے مضامین ان کو دکھائی دیں گے اور وہ مضامین ان کے کام آسان کریں گے۔ خاص طور پر اس مضمون کو پیشِ نظر رکھیں کہ اگر کوئی امیر ہے یا صدر ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے دوسرا عہدیدار ہے، اس کا کام تب اچھا ہوگا اگر وہ متقیوں کا امام بننے کی دعا بھی کرے گا اور کوشش بھی کرے گا اور اپنے ماتحتوں کا تقویٰ کا معیار بڑھانے کی کوشش کرے گا۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ منتظمین یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اگر حسنِ انتظام سے آراستہ ہوں۔ یعنی ہم میں یہ صلاحیت ہو کہ ہم اچھا انتظام چلا سکیں تو یہی کافی ہے۔ حالانکہ ہرگز یہ کافی نہیں ہے۔ حسنِ انتظام اپنی ایک اہمیت رکھتا ہے لیکن وہ مہرے جن کو اس نے چلانا ہے۔ وہ مادہ جس سے اس نے کام لینا ہے اس کی اپنی صفات ہیں اپنی خصلتیں ہیں جن کے اچھے ہونے کے نتیجے میں حسنِ انتظام بہتر پھل لائے گا اور جن کے کمزور ہونے کے نتیجے میں حسنِ انتظام کو بھی اسی طرح کمزور اور ناقص پھل لگیں گے۔ ہماری جماعت کا کارکن وہ مادہ ہے جس کا معیار بڑھانا ضروری ہے۔ اگر اس مادے کو تقویٰ نصیب ہو تو اس کے اندر نئی صفات ابھریں گی، نئی خصوصیات پیدا ہوں گی اور ایک اچھا منتظم ایسے مادے سے بہت بڑے بڑے کام لے سکتا ہے۔ اگر تقویٰ کا معیار گرا ہو تو یہ ایک بوسیدہ اور بیکار مادہ ہوگا جس کے نتیجے میں اچھے سے اچھا حسنِ انتظام بھی اس پر اچھا عمل نہیں دکھا سکتا اور اچھا نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔ جو بوسیدہ چیز ہے اس کو کہاں تک آپ سنبھال سکتے ہیں۔ جو شکل بھی دیں گے وہ شکل عارضی ثابت ہوگی اور رخنوں والی ہوگی۔ اس لئے میٹریل یعنی مادے کا اچھا ہونا بہت ہی ضروری ہے اور یہ دعا ہمیں یہ بات سکھاتی ہے کہ دینی انتظامات میں، دینی معاملات میں ہر امیر، ہر صاحب عمل کو اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کا معیار بڑھانے کی فکر کرنی چاہیئے۔ ورنہ وہ دعا اثر نہیں دکھائے گی جس کے ساتھ اس دعا کی تائید میں نیک اعمال شامل نہ ہوں۔ یہ وہ عمل صالح ہے جو دعا کو رفعت عطا کرتا ہے۔ پس ہر دعا کے ساتھ عمل صالح کا ایک مضمون بھی چھپا ہے، اس کے ساتھ وابستہ ہے، اس کو لازم ہے اور اسی عمل صالح کو اختیار کرنا چاہیئے جس کے لئے دعا کی جا رہی ہے۔

جماعت کے منتظمین کی ذمہ داری

پس تمام امراء اور تمام عہدیداران کی بہت بڑی ذمہ داری ہے اور ان کی اپنی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ جہاں وہ اپنے لئے متقیوں کا امام ہونے کی دعا کریں۔ وہاں اپنے ماتحتوں کا تقویٰ کا معیار بڑھانے کی کوشش کریں اور اس پہلو سے مجھے یہ خلا محسوس ہوتا ہے کہ جماعت کے ہمارے بہت سے منتظمین بھی اس کو براہِ راست اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دو الگ الگ باتیں ہیں، ہم ہیں انتظام کے سربراہ اور مربیان یا بعض بزرگ لوگ تقویٰ کے سربراہ ہیں اور گویا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ حالانکہ جماعت احمدیہ میں جو ایک روحانی جماعت ہے حسنِ انتظام کو حسنِ تقویٰ سے الگ کیا ہی نہیں جا سکتا، ایک ہی چیز کے دو نام ہیں (صاحبِ ایمان) کی زندگی کے وجود کا تقویٰ ایک دائمی حصہ ہے۔ اس لئے یہ باطل تصور دل سے بالکل نکال دیں کہ آپ منتظم ہیں اور تقویٰ کے نگران اور لوگ ہیں۔ آپ ہی منتظم بھی ہیں اور آپ ہی تقویٰ کے نگران بھی ہیں۔ اس لئے سب سے زیادہ آپ کی نظر اپنے ماتحت کارکنوں کے تقویٰ پر بھی ہونی چاہیئے اور عام افراد جماعت کے تقویٰ پر بھی ہونی چاہیئے اور ہمیشہ اس فکر میں غلطاں رہنا چاہیئے کہ میرے دائرہ کار میں جو احمدی بستے ہیں خواہ کسی حیثیت سے بھی ہوں کسی عمر سے تعلق رکھنے والے ہوں ان کے تقویٰ کا کیا حال ہے۔ ان پر نظر رکھنی ضروری ہے۔ ان کی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے ہمیشہ تجزیاتی نظر اختیار کرنی چاہیئے لیکن تجزیاتی

نظر سے مراد تخریبی تنقیدی نظر نہیں یا منتقمانہ نظر نہیں۔ اس معاملے میں بھی جماعت کو بار بار نصیحت کی ضرورت ہے۔ بعض لوگ اپنی خشکی کو نیکی سمجھنے لگتے ہیں اور خشک مزاجی کی وجہ سے کیونکہ وہ بدی کرنے کے اہل ہی نہیں ہوتے، کیونکہ مزاج ہی بڑا خشک ہوتا ہے اس میں رس ہی کوئی نہیں، اس سے کوئی نچوڑے گا کیا؟ نہ نیکی نچڑتی ہے نہ بدی نچڑتی ہے اور وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم تقویٰ کے بڑے اعلیٰ معیار پر فائز ہیں اور ان کی علامت یہ ہے کہ ان کی تنقیدی نظر ہمیشہ لوگوں کو چھلنی کرتی رہتی ہے اور کبھی اندرونی نظر سے اپنے آپ کو نہیں دیکھتے کہ میری باتیں کسی کو تکلیف پہنچاتی ہیں یا آرام پہنچا رہی ہیں۔ میں بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے باتیں کر رہا ہوں یا اپنا ایک دبا ہوا جذبۂ انتقام پورا کر رہا ہوں اور یہ ظاہر کر رہا ہوں کہ میں بہتر ہوں تم لوگ گندے ہو۔ ایسے لوگ نیکوں پر بھی تنقید کرتے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ جی یہ فلاں بات میں تو نیک ہوگا، آپ کو لگتا ہوگا اندر سے پھولو تو یہ حال ہے۔ اور گویا خدا نے ان کو داروغہ بنایا ہوا ہے اندر سے پھولنے کا۔ یہ پھولنے کا لفظ پنجابی ہے لیکن ہے بہت برمحل اطلاق پانے والا۔ اس لئے میں نے عمداً اس کو استعمال کیا ہے۔ یعنی کرید کرید کر اندر سے تلاش کر کے قریب سے دیکھ کر معلوم کرنا کہ کون کون سے نقص اس پردے کے پیچھے چھپے ہوئے ہیں جو خدا کی ستاری کا پردہ ہے۔ پس یہ خدا کی ستاری کے پردے کو چاک کر کے اس سے پرے جھانک کر (ایمان والوں) کی برائیاں تلاش کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔

امیر اور منتظم کی نظر میں پیار ہونا چاہیئے

امیر کو اور منتظم کو ایسی آنکھ سے احتراز ضروری ہے اور ایسی سرشت سے اس کو توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہیئے۔ اس کی نظر بالکل اور طرز سے اپنی جماعت کو اپنے ماتحتوں کو دیکھتی ہے جیسے ماں اپنے بچے کو دیکھ رہی ہوتی ہے۔ اس کی نظر میں پیار ہوتا ہے۔ اس کی نظر میں فکر ہوتا ہے اس کی نظر جب کسی برائی کو تلاش کرتی ہے تو اس کو گہرا غم لگا دیتی ہے، روگ لگا دیتی ہے اور وہ بے چین ہو جاتا ہے دوسرے کو بے چین نہیں کرتا خود بے چین ہوتا ہے اور اس بے چینی کے نتیجے میں اس کے دل سے جو دعائیں اٹھتی ہیں ان میں ایک عجیب شان پیدا ہو جاتی ہے جو مقبولیت کی شان ہے اور اس کی نصیحت میں اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے خامیوں پر نظر رکھیں کیونکہ خامیوں کو دور کرنے کی ذمہ داری ہر عہدیدار کی ذمہ داری ہے جو اپنے دائرہ کار میں اثر دکھلائے گی لیکن اس نظر سے جس نظر سے میں نے آپ کو تلقین کی ہے اس نظر سے خامیوں پر نگاہ رکھیں اور ان کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہیں اور یاد رکھیں کہ جتنا زیادہ آپ اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کے معیار کو بلند کریں گے اتنے ہی عظیم الشان کامیاب منتظم ثابت ہوں گے اور اللہ کی نظر میں آپ کا اپنا مرتبہ بلند ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک اور چیز بھی ہے جو قرآن کریم ہمیں تقویٰ کے معیار کو بڑھانے کے لئے بتاتا ہے۔ اس کو خصوصیت سے پیش نظر رکھنا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ .....

تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو۔ لیکن یہ بات بھی تو درست ہے کہ جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہوگا وہ سب سے زیادہ اللہ کے رنگ ڈھنگ اختیار کرنے کی کوشش کرے گا۔ پس ہر متقی کا کام ہے کہ تقویٰ کو عزت دے کیونکہ تقویٰ خدا کی نظر میں عزت پاتا ہے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جس کو اپنے روزمرہ کے معاملات میں اختیار کرنے کے نتیجے میں جماعت میں تقویٰ کی قدر و قیمت بڑھے گی اور اس سلسلے میں بھی بعض خطرات ہیں جن سے بچ کر چلنا ضروری ہے۔

قادیان میں مجھے یاد ہے کہ ہم نے یہ باتیں ورثے میں پائی تھیں یعنی وہ نسلیں جو حضرت (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے (رفقاء) کے ساتھ مل کر بڑھی ہیں اور اس ماحول کو انہوں نے پایا ہے ان کی اپنی کوئی خوبی نہیں تھی مگر (رفقاء) کی جو تربیت حضرت (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) نے فرمائی تھی اس کے نتیجے میں یہ روزمرہ کی باتیں تھیں جن کا نصیحت سے تعلق نہیں تھا بلکہ ایک معاشرتی ورثہ تھا اور اس ورثے میں یہ بات شامل تھی کہ عزت کے لائق وہی ہے جو نیک ہے اور اس میں یہ کلاس کا جو فرق ہے یہ بالکل کلیۃً نظر انداز ہو جایا کرتا تھا یعنی مختلف طبقات جو دنیا کی نظر میں یعنی دنیا کے پیمانوں سے بنائے جاتے ہیں اور جن میں دنیاوی وجاہت، عہدہ، مقام، مرتبہ، دولت یہ سارے وہ محرکات ہیں جو کسی نہ کسی رنگ میں حصہ لیتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کلاس کا وجود ابھرتا ہے اور طبقات بنتے ہیں۔ یہ بھی ایک قسمی روزمرہ جاری رہنے والا سوشل نظام ہے اور اس سے (ایمان والا) بھی کلیتہ بچ ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ ایک نظام ہے جو خود بخود تشکیل پاتا چلا جاتا ہے اور طبقات ابھرتے چلے جاتے ہیں لیکن جہاں تک عزتوں کا تعلق ہے وہاں عزتوں کے معاملے میں (صاحب ایمان) ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھتا ہے کہ (اللہ کے نزدیک عزت والا وہی ہے جو متقی ہے) طبقات بے شک ہوں۔ ہم نے تمہیں شعوب اور قبائل میں بھی تقسیم کیا ہوا ہے اس طرح انسان بھی طبقات میں بٹ جاتا ہے لیکن جہاں تک عزتوں کا تعلق ہے تم ہمیشہ تقویٰ کو عزت دینا کیونکہ خدا تقویٰ کو عزت دیتا ہے۔

اس اصول کو ہم نے قادیان میں اس زمانے میں کارفرما دیکھا جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور یہ میں بتانا چاہتا تھا کہ اس کا نصیحتوں سے تعلق نہیں تھا۔ یہ حضرت (بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ) کا ایک اخلاقی تربیتی ورثہ تھا جو ان نسلوں نے پایا تھا۔ اس ورثے کو محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ اب وہ دور آگیا ہے جس دور میں اس ورثے کو دوبارہ بڑھانا چاہیئے کیونکہ تمام دنیا میں پھیلنے والی جماعتوں نے یہ ورثہ از خود اپنے آباؤ اجداد سے نہیں پایا۔ اس لئے میں نے لفظ سرمایہ کاری استعمال کیا۔ یہ جماعت احمدیہ کا بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے اور تعداد کے مقابل پر یہ سرمایہ کم ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس لئے اس سرمائے کو بڑی حکمت کے ساتھ اور بڑی محنت کے ساتھ دانشمندی سے بڑھانا چاہیئے اور حرکت میں لانا چاہیئے۔ پس امراء اور عہدیداران اگر یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھیں کہ تقویٰ کو عزت ملنی چاہیئے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سرمایہ دوبارہ نشوونما پانے لگے گا اور جماعت پھر اس پہلو سے بہت ہی متموّل ہوتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ ہم اس دور کی تمام نسل کو اس پہلو سے اتنا متموّل اور غنی کر دیں کہ آئندہ آنے والی نسل پھر شکر کے ساتھ ان کی طرف دیکھے جس طرح ہم نے بڑے ہی شکر کے ساتھ جھکی ہوئی نگاہوں سے اپنی پہلی نسلوں کو دیکھا تھا اور اس بات کو ہمیشہ دل میں جانشین کیا کہ ہم ان کی دولتوں کا سرمایہ حاصل کرنے والی نسل ہیں ویسا ہی آج کی نسل خدا کرے کہ اس پہلو سے اتنی متموّل ہو جائے کہ وہ آئندہ آنے والی تمام نسلوں کو جو ساری دنیا میں کہیں بھی ہوں ان کو یہ سرمایہ عطا کرنے والی نسل بنے اور یہ سرمایہ ان کے ہاتھوں میں چھوڑ کر جانے والی نسل بنے۔

قادیان کا معاشرہ

اس پہلو سے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا بعض خطرات بھی ہوتے ہیں۔ ریاء کاریاں بھی بعض دفعہ شروع ہو جاتی ہیں اور تصنعات بھی آجاتے ہیں، بعض اور بھی کئی قسم کے ایسے خطرات ابھرتے ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے لیکن اس سے پہلے میں مختصراً آپ کو بتاتا ہوں کہ قادیان کا معاشرہ تھا کیا؟ یہ ایک ایسا عجیب معاشرہ تھا جس کی کوئی مثال دنیا میں نہیں تھی۔ وہاں ایک غریب مزدور جو سارا سارا دن محنت کر کے اپنا پیٹ پالتا تھا، بچے تھے تو ان کی نگرانی بھی اسی محنت سے کرتا تھا، وہ بعض دفعہ اپنی نیکی کی وجہ سے ایسی عزت کا مقام پاتا تھا کہ بڑے بڑے دنیاوی طبقات سے تعلق رکھنے والے جھک کر اس سے ملتے تھے، اس کو محبت اور پیار اور اکرام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ معانقہ کرتے وقت عزت کے ساتھ معانقہ کیا کرتے تھے اور دعا کی درخواست کرتے

تھے۔ ایسے فقیر بھی وہاں تھے جن کی بے حد عزت کی جاتی تھی۔ مجھے یاد آیا ہماری (بیت) المبارک کے نیچے سیڑھیاں اترتے ہی بائیں طرف ایک چبوترے کے اوپر شمس الدین ...... ایک درویش تھے جو مفلوج تھے اور ان کا گزارا بھیک پر تھا لیکن شاید کم ہی دنیا کے کسی بھکاری نے اتنی عزت پائی ہو جتنی بھائی شمس الدین کی عزت کی جاتی تھی کیونکہ یہ بھی ہمارے معاشرے کا ورثہ تھا کہ چونکہ وہ نیک انسان تھے اور خدا سے تعلق رکھنے والے انسان تھے اور بھکاری اس رنگ کے نہیں تھے کہ بھیک کی خاطر بیٹھے ہوں۔ ایک مفلوج آدمی بیٹھا تھا جو آئے کبھی عزت اور محبت کے ساتھ کچھ دے جائے تو اس کو دعا دے کر قبول کرتے تھے اور اسی سے چندے بھی دیا کرتے تھے۔ ان کے اس مقام کا ایک احترام قائم تھا اور بچے بھی جب گزرتے تھے تو بھائی شمس الدین کہہ کے، سلام کر کے ادب سے جھک کر وہاں سے گزرا کرتے تھے۔ وہاں بعض پاگلوں کی بھی عزت کی جاتی تھی کیونکہ وہ نیکی کی حالت میں پاگل ہوئے اور پاگل پن کی حالت میں بھی نیکی ساتھ چل رہی تھی اور ان کے ساتھ بھی بڑی محبت اور احترام کا سلوک کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک ایسے ہی پاگل تھے جو مجھے یاد ہے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ...... کے مردانے میں بڑے حق کے ساتھ داخل ہوا کرتے تھے۔ ان کا جو مطالبہ ہو وہ وہاں پورا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ مجلس میں بیٹھتے تھے۔ اپنے رنگ کی باتیں کر کے چلے جایا کرتے تھے اور پاگل پن تو تھا لیکن پاگل پن کے ساتھ کچھ نیکی کی حکمت بھی ہوتی تھی۔ وہ جو ہمارے معاشرے میں مجذوب کا تصور پیدا ہوا ہے وہ غالباً اسی وجہ سے ہوا ہے جو بیرونی معاشروں میں نہیں ملتا۔

مجذوب ایسے پاگل کو کہتے ہیں جو غالباً پاگل ہونے سے پہلے خدا سے تعلق رکھنے والا ہوتا تھا اور اس کی وجہ سے پاگل پن میں بھی اس تعلق کی جزاء اس کو ملتی رہتی ہے اور اس سے بعض دفعہ بہت سے عارفانہ کلمات جاری ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں جاہل سوسائٹی ہو وہاں وہ اس نکتے کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پاگلوں کی عزت کرنے لگ جاتے ہیں۔ ہر فقیر، پاگل، بے وقوف خواہ وہ گندی بکنے والا ہو اس کی بھی عزت کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں جی! مجذوب ہے۔ حالانکہ یہ جہالت ہے۔ ہر شخص مجذوب نہیں ہوا کرتا۔ مجذوب وہ پاگل ہے جس کے پاگل پن میں بھی خدا کے تعلق کے آثار ظاہر ہوں اور بسا اوقات اس کے منہ سے عرفان کی باتیں جاری ہوتی ہیں جو قرآن اور حدیث اور سنت کے مضامین کے مطابق ہوتی ہیں۔ ان سے ٹکرانے والی نہیں۔ بہر حال جب ایسی سوسائٹی ہو تو جیسے میں نے بیان کیا ہے، یہ عزتیں طبقات کے پیش نظر نہیں کی جاتیں بلکہ تقویٰ کے پیش نظر کی جاتی ہیں۔ وہاں ایسے بھی نیک لوگ تھے جو ہر لحاظ سے بلند مقام اور مراتب رکھتے تھے، اپنے عہدوں کے لحاظ سے بھی، دنیا کے لحاظ سے بھی۔ ان کو اس وجہ سے کہ خدا نے ان کو دنیاوی عزت دی ہے حسد کا نشانہ نہیں بنایا جاتا تھا۔ تقویٰ کی سوسائٹی کا ایک یہ بھی پہلو ہے جسے پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ بعض جہلاء تقویٰ کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ صرف غریب کی عزت کی جائے۔ اور امیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے لیکن متقی وہ ہے جو تقویٰ کی عزت کرتا ہے۔ تقویٰ اگر گودڑی میں بھی دکھائی دے تو وہ اس سے محبت کرے گا اور پیار کرے گا۔ اگر شاہانہ فاخرانہ لباس میں بھی دکھائی دے تب بھی وہ تقویٰ سے پیار کرے گا۔ نہ گودڑی کے چیتھڑے اسے تقویٰ کی عزت کرنے سے باز رکھ سکیں گے، نہ فاخرانہ لباس کی چمک دمک اس کی نظر میں حائل ہو سکے گی کیونکہ اس کی نظر تقویٰ کی عاشق ہوتی ہے۔ جہاں بھی دکھائی دے وہ اس کی عزت کرتی ہے۔ پس یہ تقویٰ کا وہ اکرام ہے جو ہم نے اس آیت کریمہ سے سیکھا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اللہ کے نزدیک معزز وہی ہے جو متقی ہے)۔

ہمیشہ یاد رکھنا کہ تمہارا خدا تقویٰ کو عزت دیتا ہے۔ اگر اس خدا سے تمہیں محبت اور تعلق ہے تو تم بھی ہمیشہ تقویٰ کو عزت دینا۔ اگر سوسائٹی میں تقویٰ کو عزت دی جائے تو تقویٰ پنپتا ہے اور بڑی عمدگی سے نشوونما پاتا ہے جیسے بہار میں پودے جو پہلے مرجھائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں وہ از خود نئی نئی کونپلیں نکالنے لگتے ہیں۔ نئے رنگ ان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح تقویٰ کے لئے ایک ماحول کی ضرورت ہے اور یہ ماحول جس کا میں ذکر کر رہا ہوں یہ تقویٰ کی افزائش میں بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے لیکن اس کے نتیجے میں جیسا کہ بہار ہو یا برسات ہو تو بعض غلط جڑی بوٹیاں بھی سر نکالنے لگتی ہیں۔ ایسے ماحول میں بعض دفعہ دنیا دار لوگ بھی نیکی کے لبادے اوڑھ کر ذاتی فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان میں نمائش آجاتی ہے اور وہ تقویٰ کو بعض دفعہ پیسہ کمانے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ ایسی عورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو پیر بنتی ہیں اور ان کی جو ایجنٹس ہیں وہ مشہور کرتی ہیں کہ فلاں بی بی جو ہے وہ بڑی نیک ہے۔ وہ اتنی تہجد پڑھتی ہے، اتنی نمازیں پڑھتی ہے۔ کسی ضرورت کے وقت اس کے دربار میں حاضری دو گے تو مرادیں پوری ہوں گی۔ یہ مرض بڑھ کر پھر قبر پرستی تک پہنچ جایا کرتی ہے۔ ایسے خطرناک اڈوں سے پناہ مانگنی بھی ضروری ہے اور یہ بعض باتیں ہیں جو سچے تقویٰ اور دکھاوے کے تقویٰ میں تفریق کرنے والی ہیں۔ ان کو آپ پیش نظر رکھیں۔ مجھے یاد ہے حضرت (فضل عمر) اس معاملے میں بڑی ہی باریک اور نگران نظر رکھتے تھے۔ اس لئے بعض لوگ جن کی طرف لوگوں کا رجحان ہوتا تھا اس پر وہ سخت رد عمل دکھایا کرتے تھے اور بعض لوگ جن کی طرف لوگوں کا رجحان ہوتا تھا اس پر نہ صرف یہ کہ رد عمل نہیں دکھاتے تھے بلکہ خود بھی ان کو دعاؤں کے لئے لکھتے تھے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی، حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت مولوی سرور شاہ صاحب (اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی رہے) اسی قسم کے کثرت سے اور بزرگ تھے، حضرت مفتی محمد صادق صاحب (اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے) جن کو حضرت (فضل عمر) (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے) ہر موقع پر دعا کے لئے لکھا کرتے تھے اور محبت اور احترام سے پیش آتے تھے اور جہاں تک توفیق ملتی تھی ان کی خدمت بھی کیا کرتے تھے یعنی عام خدمتوں کے علاوہ بھی ان سے محبت اور ہدیے دینے کا تعلق بھی رکھتے تھے لیکن بعض لوگ جو نیکی کے نام پہ سر اٹھاتے تھے ان پر وہ اس طرح برستے تھے جس طرح آسمان سے بجلی کڑک کے ٹوٹتی ہے اور بڑے سخت ان کے بارے میں پریشان ہو جاتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی آنکھ اللہ کے نور سے دیکھتی تھی اور آپ جانتے تھے کہ کہاں فتنہ پیدا کرنے والی نیکی ہے جو بظاہر نیکی ہے لیکن حقیقت میں تقویٰ سے عاری ہے اور کہاں سچا تقویٰ ہے۔ اس کی ایک اور پہچان بھی ہے جو عام نظر سے بھی سامنے آجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم فرماتا ہے (اس میں سے جو انہیں اللہ نے دیا ہے خرچ کرتے ہیں) خدا سے تعلق رکھنے والے جو متقی ہیں۔ (تقویٰ کی تعریف ہی ہو رہی ہے کہ وہ کیا ہے؟) فرمایا: متقی وہ لوگ ہیں کہ خدا جو ان کو دیتا ہے وہ خدا کی راہ میں آگے جاری کرتے ہیں۔ پس وہ بزرگ جن کا میں نے ذکر کیا جو سچے بزرگ تھے جو حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے پروردہ تھے ان کو ایک ہاتھ سے ملتا تھا تو دوسرے ہاتھ سے لوگوں پر خرچ کیا کرتے تھے ایک ہاتھ سے ملتا تھا تو دوسرے ہاتھ سے وہ جماعت پر خرچ کیا کرتے تھے اور ضرورت مند کی ضرورت پورا کرنے پر نگران اور مستعد رہا کرتے تھے اور یہ وہ بات تھی جو ان کو عام لوگوں سے جو لوگوں کی دولتیں بٹورنے کی خاطر پیر بنتے ہیں ان سے ممتاز اور الگ کر دیا کرتی تھی۔ یہ جو نیک بیبیوں کے اڈے بعض دفعہ بن جاتے ہیں اور .... کثرت سے یہ رواج ہے ان میں بھی آپ یہ بات دیکھیں گے کہ یہ نیک بیبیاں چندوں میں پیچھے ہوں گی بلکہ شاید نہ ہی دیتی ہوں اور غریبوں

پر خرچ کرنے والی نہیں ہوں گی بلکہ اپنے تقویٰ کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنا ایک بلند مقام بنا کر گدی بنانے کی کوشش کرتی ہیں اور ایسے نیک مرد بھی ہوتے ہیں یعنی بظاہر نیک مرد اور پھر بعضوں کے ملتے جلتے حالات بھی ہوتے ہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیا حال ہے، کچھ خرچ کرنے والے بھی ہیں لیکن بعض دفعہ ریاکاری ان کو نقصان پہنچا رہی ہوتی ہے۔ نیک بننے کا شوق اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی ان سے جھک کر سلام کرتا ہے۔ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا حق ہے اور بڑے مزے سے ہاتھوں کو لمبا کر کے اس پر بوسے وصول کرتے ہیں اور متقی وہ ہے جو شرم سے غرق ہو جاتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میرا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر یہ شخص میری بدیوں پر نظر ڈالے تو متنفر ہو کر مجھے پیٹھ دکھا کر چلا جائے اور اب ان دونوں کے دل کے معاملات ہیں، اللہ بہتر جانتا ہے کہ کون متقی ہے اور کون نہیں مگر وہ لوگ جن کو خدا اپنا نور عطا کرتا ہے وہ ظاہری طور پر ثبوت نہ ہونے کے باوجود جانتے ہیں کہ کن میں سچے تقویٰ کی روح ہے اور کن میں سچے تقویٰ کی روح نہیں ہے۔ اس دوسرے پہلو سے تقویٰ کا معیار بڑھانے کے لئے انکسار کا معیار بڑھانا ضروری ہے۔ یاد رکھیں کہ تقویٰ کی جڑیں جتنی گہری ہوں اتنا ہی زیادہ تقویٰ کا درخت نشوونما پاتا ہے اور تقویٰ کی جڑیں گہری ہونے کا مطلب انکسار کا بڑھنا ہے۔ جتنا زیادہ کسی شخص میں عارفانہ انکسار ہوگا اتنا ہی زیادہ اس کی جڑیں زمین میں گہری پیوست ہوں گی اور اتنا ہی زیادہ صحیح معنوں میں اس کا تقویٰ کا درخت نشوونما پائے گا۔

اس مضمون کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا (اس کی جڑیں مضبوطی کے ساتھ اور شاخیں آسمان پر قائم ہیں) کہ وہ کلمات طیبہ جو خدا کے کلام کا مظہر ہوا کرتے ہیں ان کی مثال ایسے درختوں سے ہے جن کی جڑیں ثابت ہوں اور جن کی شاخیں آسمان سے باتیں کرنے والی ہوں۔ یہاں لفظ "ثابت" استعمال کیا گیا۔ یہ نہیں فرمایا گیا کہ جڑیں گہری ہوں لیکن اس ایک لفظ ثابت نے دو مضامین بیان کر دیئے کیونکہ بعض درخت جن کی جڑیں گہری ہوں اور کھوکھلی ہوں یعنی اندرونی طور پر بیماریوں کی شکار بھی ہوں وہ ثابت نہیں ہو سکتے اور بعض دفعہ اپنے مادے کے مزاج کے لحاظ سے یعنی قدرت نے مادے کو جو صفت بخشی ہے اس پہلو سے بعضوں کی جڑیں ویسے ہی کمزور ہوتی ہیں۔ گہری ہوتی ہیں مگر جب آندھی چلتی ہے تو وہ درخت جڑوں سے اکھڑ کر ٹوٹ جاتے ہیں اور اگر گہری نہ ہوں اور مضبوط ہوں اور زمین کی سطح پر پھیلی ہوں جیسا کہ عموماً یورپین درختوں میں یہ بات پائی جاتی ہے تو بڑے بڑے تناور درخت بہت اچھے لہلہاتے ہوئے نشوونما پاتے ہوئے ہر موسم میں ترقی کرتے ہوئے درخت آندھی کے مقابل پر اس طرح منہدم ہو جاتے ہیں جس طرح بعض دفعہ کھوکھلی جڑوں والے درخت گر جاتے ہیں۔ پیچھے جب آندھیاں آئیں تو جن پارکوں میں، کبھی کسی میں کبھی کسی میں، ہم سیر پر جاتے رہے ہیں اُن میں جب سیر پر جانے کا موقعہ ملا تو میں نے تعجب سے دیکھا کہ بہت ہی عظیم الشان درخت جن کا بہت رعب پیدا ہوتا تھا اُن کی جڑیں سطحی تھیں اور اکثر درخت جڑوں سے اکھڑے ہیں ان کی جڑیں بھی ساتھ اکھڑی ہیں۔ اُن کے اوپر لفظ "ثابت" کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ "ثابت" لفظ میں دونوں خوبیاں آ جاتی ہیں۔ ایسی جڑیں جو مضبوط ہوں اور درخت کو تحفظ دیں اور ایسی جڑیں جو گہری ہوں کیونکہ ابتلاء کے وقت اگر وہ گہری نہیں ہوں گی تو "ثابت" نہیں رہ سکیں گی۔ اس لئے مضبوط بھی ہوں تو کافی نہیں۔ پس قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا یہ کمال ہے کہ اس نے تقویٰ کے درخت کی مثال ایسے جڑوں والے درخت کی مثال سے دی ہے جس کی جڑیں "ثابت" ہوں یعنی مضبوط بھی ہوں اور گہری بھی ہوں اور ابتلاء کی کوئی آندھی انہیں ہلا نہ سکے اور ہر حال میں نشوونما پانے والے ہوں۔ جتنی ان کی جڑیں "ثابت" ہوں گی یعنی مضبوط اور گہری ہوں گی اتنا ہی ان کا تقویٰ مضبوط ہوگا۔ دراصل یہ تقویٰ کی تعریف ہے یعنی انکساری وہ جو حقیقی اور عارفانہ انکساری ہے اور چھپی ہوئی نیکیاں وہ جو جراثیم کے اثر سے پاک ہیں اور ان کے نتیجے میں اُن کے درخت وجود کو ایک مضبوطی اور طاقت ملتی ہے۔ یہ تقویٰ کی بہترین مثال دی گئی ہے۔ جتنی نیکیاں اُن کی چھپی ہوئی ہیں اتنا ہی اُن کے درخت کو اللہ تعالیٰ رفعتیں عطا کرتا ہے۔ اُن کی نیکیاں جتنی صحت مند ہیں اتنا ہی وہ آزمائشوں کے مقابل پر ثابت قدم رہنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور طاقت پاتے ہیں۔ ایسے درختوں کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر حال میں پھل لگتے رہتے ہیں اور اُن کے پھل دائمی ہوتے ہیں۔ آسمان سے ان کو پھل ملتے ہیں لیکن جڑیں اُن کی ان کے انکسار کی وجہ سے چھپی ہوئی ہوتی ہیں اور زمین کے اندر گہری داخل ہو جاتی ہیں اور ان کی گہرائی کا تناسب ان کی بلندی کے ساتھ ہے۔ .... یہ دو متقابل تصویریں ہیں جن کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ جتنی ثابت ہوں گی، جتنی مضبوط اور گہری ہوں گی اتنا ہی درخت بلند تر ہوتا چلا جائے گا۔

عہدیدار اپنے ماتحتوں کی تربیت کریں

پس اس پہلو سے ان صفات کی پرورش کرنے کی ضرورت ہے یعنی جس طرح ماں بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ جس طرح ایک زمیندار اپنے درختوں کی پرورش کرتا ہے اور ہر ایسا ذریعہ استعمال کرتا ہے جس سے یہ صفات پیدا ہوں جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہیں، اسی طرح امراء اور عہدیداران کو اپنے ماتحت عہدیداران کی تربیت کرنی چاہئے اور ان سے معاملات کے درمیان جب ایسی باتیں دکھائی دیں جن سے معلوم ہو کہ بعض پہلوؤں سے اُن کے تقویٰ میں کمزوری ہے۔ بعض دفعہ جذبات سے مغلوب ہو جاتے ہیں، بعض دفعہ کسی شخص سے اس بناء پر حسد کرنے لگتے ہیں کہ اس کو امیر کا زیادہ قرب حاصل ہے اور اس کی کمزوریوں کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ اپنے مزاج کے اختلاف کی وجہ سے دوسرے کی اچھی بات بھی اُن کو بُری لگنے لگ جاتی ہے اور مجلس عاملہ میں اس بناء پر پارٹی بازیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ گروہی تعلقات کی بناء پر مشورے غلط دیئے جاتے ہیں اور جس کے ساتھ زیادہ دوستی ہو اس کی ضرور تائید کرنی ہے۔ اگر ضرور نہیں تو اکثر صورتوں میں تائید کرنی ہے۔ اس قسم کی بہت سی بیماریاں ہیں جو جڑوں کو کھانے والی ہیں۔ ایسے درختوں کی جڑیں بظاہر گہری بھی ہوں تو ثابت نہیں کہلا سکتیں۔ پس ایک امیر کے لئے یا ایک صدر کے لئے یا دوسرے منتظمین کے لئے اگر وہ اپنے تقویٰ کا معیار بڑھانے اور خدا کے نور سے دیکھنے لگ جائیں تو یہ باتیں معلوم کرنا ہرگز مشکل نہیں ہے۔ اس لئے ان باتوں پر وہ تنگی محسوس کرنے کی بجائے ایسے لوگوں کے لئے گہری ہمدردی کے جذبات رکھے۔ ان کی خاطر دکھ محسوس کرے۔ تنگی اور چیز ہے اور دُکھ اور چیز ہے۔ ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ تنگی کے نتیجے میں بعض امراء پھر بیزار ہو جانے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں کیا بکواس ہے۔ کس قسم کے بیہودہ لوگ ہیں اور ان کا دل اُچاٹ ہونے لگ جاتا ہے۔ دُکھ کے نتیجے میں ان کے لئے زیادہ فکر، ان سے زیادہ گہرا تعلق ہونے لگ جاتا ہے۔ پس تنگی محسوس کرنے کی بجائے ان کے لئے دُکھ محسوس کرنا چاہئے۔ تنگی کو خدا تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا) ...... تکلیف تو تجھے لوگوں کے کثرت سے آنے کے نتیجے میں پہنچے گی۔ بے وقت تجھ سے مطالبات کرنے کے نتیجے میں

لیکن دل میں تنگی نہ پیدا کرنا۔ ہاں تکلیف کے نتیجے میں جو دوسرے لوازمات ہیں اُن سے تو انسان کو مفر نہیں ہے۔ ان میں دعا کی طرف متوجہ ہوتا۔ قربانی کی رُوح اختیار کرنا۔ زیادہ انکسار اختیار کرنا اور بہت سی خوبیاں ہیں جو خدا کی خاطر تکلیف اٹھانے کے نتیجے میں خود بخود پیدا ہوتی ہیں تو اگر تنگی نہ ہو تو وہ خوبیاں پیدا ہوں گی۔ اگر تنگی نہ ہوگی تو وہ خوبیاں ضائع ہو جائیں گی۔

پس جب میں تنگی کہتا ہوں تو اس وسیع مضمون کو پیش نظر رکھ کر یہ الفاظ استعمال کر رہا ہوں کہ امراء کو اور عہدیداران کو چاہیئے کہ ماتحتوں میں جب اس قسم کی خامیاں دیکھیں تو تنگی محسوس کرنے کی بجائے ان کے لئے درد محسوس کریں اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو اس طرح پرورش دیں کہ گویا ان کے اپنے وجود کی بناء ان پر ہے۔ اس پہلو سے عہدیدار اور امیر درخت کا وہ حصہ بن جاتا ہے جو باہر نکلا ہوا ہے جس کی شاخیں آسمان پر ہیں۔ اور یہ تمام عہدیدار اور کارکن اس کی جڑیں بن جاتے ہیں۔ پس ایک اور منظر ہمارے سامنے اُبھرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر عہدیدار کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کے ماحصل کی بلندی اور جو کچھ وہ خدا کی نظر میں حاصل کرتا ہے اس کی رفعت اس بات پر منحصر ہے یعنی اس بات پر بھی بہت حد تک منحصر ہے کہ اُن کے ماتحتوں کا تقویٰ کیسا ہے۔ اگر وہ متقی ہوں گے اگر وہ پیوستہ ہوں گے اور گہرے ہوں گے اور "ثابت" کہلا سکتے ہوں گے تو ایسے امیر کا درخت بہت رفعتیں اختیار کرے گا اور اس کے کاموں کو بہترین پھل لگیں گے۔ پس اس نئی تعریف کی رُو سے، اس نئے زاویہ کی رُو سے پھلوں کی تعریف بدل جاتی ہے۔ یہاں پھلوں سے مراد ہے جماعت کی اجتماعی کوششوں کا پھل۔ جتنا زیادہ جڑیں اچھی ہوں گی اور ان کے تقویٰ پر امیر کی یا دیگر عہدیداروں کی نظر ہوگی اسی حد تک ان لوگوں کی اجتماعی کوششیں پھل لائیں گی اور اس کے نتیجے میں امیر چونکہ ان کا نمائندہ ہے۔ اور ان کا ایک (علامت) SYMBOL بن جاتا ہے اس لئے اس کی رفعتیں یعنی امیر کی سربلندی اور اس کی ترقی دراصل ساری جماعت کی سربلندی اور ساری جماعت کی ترقی ہے تو اس پہلو سے گہری نظر رکھتے ہوئے اپنے ماحول کی نگرانی کرنی چاہیئے۔ کمزوریوں پر بھی نگاہ رکھنی چاہیئے۔ تقویٰ سے وابستہ ان فتنوں پر بھی نگاہ رکھنی چاہیئے جنہیں نے بعض کی مثال میں نے دی ہے لیکن اور بھی بہت سے فتنے ہیں جو نیکی کا روپ دھار کر جماعتوں کو شیطانی وساوس میں بھی مبتلا کرتے ہیں اور شیطانی تحریکات کو پھیلانے میں مدد دیتے ہیں ان سب پر نگاہ رکھتے ہوئے [illegible] تمام جماعتی عہدیداران اپنے کام کے معیار کو بڑھانے کی کوشش کریں گے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ کام دراصل خدا ہی نے کرنے ہیں اور وہی بات ہے جس سے میں نے اس خطبے کا آغاز کیا تھا کہ کام خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا ہو خدا کی طرف سے توفیق مل جائے تو ہر بات آسان ہو جاتی ہے۔ ہر بات پہاڑی ندیوں کی طرح خود رو بڑی طاقت سے بہنے لگتی ہے اور اس کو چلانے کے لئے اس کو جاری کرنے کے لئے بظاہر کسی محنت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جو محنت اس میں داخل ہوتی ہے وہ ایک طبعی قانون کے طور پر خود بخود اس کام کو آگے بڑھانے میں جذب ہو جاتی ہے اور دیکھنے والا یہی محسوس کرتا ہے کہ خود بہنے والی ایک طاقتور پہاڑی ندی ہے۔ لیکن ان دو باتوں پر اس کا انحصار ہے جو میں نے بیان کی ہیں

خدا پر انحصار کریں

اپنے تقویٰ کا معیار بڑھاتے ہوئے خدا پر انحصار کریں اور دعاؤں پر زور دیں اور دعاؤں پر اپنے سب کاموں کی بناء کریں اور پھر اپنے ماتحتوں کے تقویٰ کو بڑھائیں اور ہمیشہ کوشش کرتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق عطا فرمائے تو میں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے کام آج جس رفتار سے چل رہے ہیں اُن سے سینکڑوں گنا زیادہ رفتار سے اور زیادہ قوت کے ساتھ اور شان کے ساتھ آگے بڑھنا شروع ہوں گے اور آئندہ نسلوں کو ہم ورثے میں جو تقویٰ دیں گے اسکی جزاء ہمیشہ ہمیں نصیب ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔

اب اختتام پر میں اپنے ایک بہت ہی پیارے بھائی صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کی وفات کا اعلان کرتے ہوئے یہ بتاتا ہوں کہ نماز جمعہ کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب ہوگی اور ان کے ساتھ ہی ہمارے اور بھی بہت سے ایسے دوست ہیں جو دنیا سے رخصت ہوئے جن کے اپنے مقامات اور ایسے مراتب تھے جو بعض صورتوں دکھائی دیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نظر سے مخفی بھی رہتے ہیں تو ان سب کو اس جنازے میں اپنی دعاؤں میں شامل کریں۔ ان سب کا نام تو پڑھ کر سنا دیا گیا ہے۔ ان میں سے تین کا ذکر میں خصوصیت سے کرنا چاہتا ہوں۔

ایک ہمارے چوہدری فتح محمد صاحب نائب امیر جماعت لاہور ان کی وفات کی بھی کل اطلاع ملی ہے۔ یہ بھی بہت مخلص فدائی اور بے لوث خدمت کرنے والے اور ہر قسم کی ریاکاری سے کلیتہً پاک صاف گو صاف دل انسان تھے اور انہوں نے امیر جماعت لاہور کے لئے بہت ہی اُن کے کام آسان کئے اور ان کے دستِ راست کے طور پر ایسا دستِ راست جو مخفی طور پر چلتا رہا اُن کے بہت ہی بوجھوں کو اٹھایا اور ان کی مدد کی ان کا خاندان آپ جانتے ہیں چوہدری فتح محمد صاحب .... کا خاندان ہے یا شاید آپ نہ بھی جانتے ہوں۔ یہ ہم نام بھی تھے اور کئی پہلوؤں سے ان کی خوبیوں کے بھی مالک تھے۔ پس ایسے لوگ جو اب رخصت ہو گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو اُس دنیا میں اُن کی نیکیوں کی جزاء دے جنکی اس دنیا میں ان کو توفیق ملی اور ان کی اگر کمزوریاں رہ گئی تھیں تو اللہ ان کی پردہ پوشی فرمائے اور آئندہ نسلوں کو اُن کمزوریوں سے بچائے اور ان کی خوبیاں ہمیں عطا کی جاری فرمائے

رُوس میں وقف عارضی کریں

"میں امید رکھتا ہوں کہ جو دوست استطاعت رکھتے ہیں اور ایک ولولہ اور جوش رکھتے ہیں وہ اب روس میں (دعوت الی اللہ) کے لئے مستعد ہو جائیں اور وقف عارضی کے لئے ایسے نام ملنے چاہئیں جو ان جگہوں میں جاکر بڑی محنت اور کوشش سے بھولی بسری جماعتوں کا کھوج لگائیں۔ اور پھر ان سے رابطہ کریں۔"

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ۔
خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ر جون ۱۹۹۰ء)

حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہتر ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے حضرت سیدہ موصوفہ کو کامل صحت عطا فرمائے۔ آمین۔

خدام الاحمدیہ و لجنہ اماء اللہ کے اجتماعات منسوخ کر دیئے گئے

ایس ڈی ایم چنیوٹ کی طرف سے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے ہر قسم کے اجتماعات کی ممانعت کر دی گئی

ربوہ ـ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان، لجنہ اماء اللہ پاکستان اور ان کی ملحقہ تنظیموں اطفال الاحمدیہ اور ناصرات الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جھنگ کی طرف سے تحریری اجازت دینے کے بعد عین اجتماعات کے انعقاد سے صرف چند گھنٹے قبل دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے منسوخ کر دیئے گئے۔ اس وقت ان اجتماعات میں شریک ہونے کے لئے ہزاروں خدام اور لجنات اور چھوٹے چھوٹے بچے اور بچیاں سفر کی نہایت سخت تکالیف اٹھا کر ربوہ پہنچ چکے تھے۔ اور اجتماعات کے تمام انتظامات مکمل تھے۔

انتظامیہ کی طرف سے اجتماعات کے انعقاد کی تحریری اجازت ۳۔ نومبر ۱۹۹۰ء کو مل گئی تھی۔ اس اجازت کے مطابق اجتماع میں بعض شرائط کے ساتھ لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جا سکتا تھا۔ بعد میں انتظامیہ نے ۸۔ نومبر کو لاؤڈ سپیکر کی اجازت کا حکم منسوخ کر دیا۔

تاہم طے کیا گیا کہ خدام الاحمدیہ کا اجتماع بغیر لاؤڈ سپیکر منعقد کر لیا جائے۔ اس فیصلے کے تحت تیاری کر لی گئی۔ لیکن جس روز اجتماع ہونا تھا اس دن صبح ہی سے انتظامیہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ اجتماع لاؤڈ سپیکر کے بغیر بھی منعقد نہ کئے جائیں۔ اس پر متعلقہ تنظیموں کی طرف سے حکام کو کہا گیا کہ اس ضمن میں تحریری حکم جاری کیا جائے۔ اس پر دن کے پونے بارہ بجے جبکہ اجتماع شروع ہونے میں چند گھنٹے باقی تھے تحریری طور پر اطلاع دی گئی کہ سب ڈویژنل مجسٹریٹ چنیوٹ نے دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی ہے اس کے تحت جماعت احمدیہ کے افراد کسی قسم کا اجتماع منعقد نہ کریں ورنہ ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔

اس تحریری حکم کے موصول ہونے پر خطبہ جمعہ میں محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح و ارشاد نے اعلان فرما دیا کہ دونوں اجتماعات منسوخ کر دیئے گئے ہیں۔

یاد رہے کہ پچھلے سال بھی اجتماع کی تحریری اجازت دینے کے بعد اور اجتماعات کی ایک ڈیڑھ دن کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد تحریری طور پر اجازت واپس لے لی گئی تھی۔

اگرچہ اجتماعات تو ملتوی ہو گئے لیکن چونکہ بسوں ویگنوں کی ملک گیر ہڑتال ہے اس لئے دور دراز سے آئے ہوئے احباب واپس نہیں جا سکے اس لئے ربوہ میں وہی چہل پہل اور رونق دیکھنے میں آ رہی ہے جو اجتماعات کے دنوں کا حصہ ہوتی ہے۔ نیز کچھ لوگ آنے سے پہلے واپسی کی بکنگ تین دن کے بعد کی کروا کر آئے ہوئے تھے لہذا وہ بھی ربوہ میں مقیم ہیں۔

> "ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا عقلمند یا زیادہ ہنرمند ہے وہ متکبر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے"
>
> حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

بقیہ صفحہ ۲ سے آگے

انجام دینے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہر دو مقدس آئمہ کی صحت کی رپورٹ ہر روز آپ کے ذریعے موصول ہوتی تھی سال ہا سال یہ سلسلہ جاری رہا۔

اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے صاحبزادہ صاحب موصوف کو جو حضرت بانیٔ سلسلہ کے پوتے اور حضرت فضل عمر کے صاحبزادے تھے۔ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے۔ آپ کے ساتھ خصوصی محبت کا سلوک کرے اور آپ کے درجات قرب کو ہر لمحہ و ہر آن بڑھاتا چلا جائے۔

الفضل کی قدر و قیمت کا اندازہ

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو) نے فرمایا،

"آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں۔ مگر وہ دن آ رہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت کئی ہزار روپیہ ہوگی۔ لیکن کوتاہ بین نگاہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے۔"

(الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۴۶ء)

شرح چندہ الفضل
پیکٹ بذریعہ ہوائی ڈاک

برائے امریکہ :-

* ہفتہ وار سالانہ چندہ
۱۵۰۰.۰۰ روپے
* روزانہ سالانہ چندہ
۲۰۰۰.۰۰ روپے
* خطبہ نمبر سالانہ چندہ
۴۵۰.۰۰ روپے

چندہ جلسہ سالانہ لازمی چندہ ہے

مندرجہ ذیل افراد کا جماعت احمدیہ سے کوئی تعلق نہیں

تمام متعلقہ ادارہ جات اور افراد اور جماعت احمدیہ مبائعین کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل افراد جو قومی اسمبلی میں احمدیوں کے لئے مخصوص کی گئی "۱۰ اقلیتی نشستوں" پر انتخاب میں بطور امیدوار حصہ لے رہے ہیں۔ ان کا جماعت احمدیہ مبائعین سے کوئی تعلق نہیں ہے

۱۔ ادریس یحییٰ ٹی۔ ایل ۲۸/۱۴ شمشاد منزل جی علیابہ سٹریٹ جونا مارکیٹ کراچی

۲۔ انور علی جیون پورہ کلاں تحصیل و ضلع شیخوپورہ

۳۔ بشیر الدین خالد مکان ۲۸ / S / ۱۵ مقبول روڈ۔ اچھرہ لاہور۔

۴۔ راجہ خالد حمید مکان ۳۸۵ ہی محلہ میرت گنج گوالمنڈی راولپنڈی۔

۵۔ لیفٹیننٹ کرنل ریٹائرڈ حنیف اختر کوٹ پیر احمد ڈاک خانہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ

۶۔ محمد رفیق بٹ خنڈیالہ روڈ محلہ مجاہد نگر شیخوپورہ۔

۷۔ محمد شریف مکان ۵-۱۲ وارث کالونی وحدت روڈ لاہور۔

۸۔ مشتاق احمد۔ نور اللہ کالونی مکان ۲۸ سٹریٹ ۷ لاہور۔

ـــــــــــ ناظر امور عامہ

روس اور مشرقی یورپ کے ممالک کیلئے وقف عارضی سکیم میں شرکت کریں

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حال ہی میں سوویت یونین اور مشرقی یورپ کے ممالک کے لئے وقف عارضی کی سکیم جاری فرمائی ہے۔ جماعت احمدیہ کے ایسے افراد جو چند دنوں سے لے کر چند ہفتوں یا مہینوں تک کا وقت نکال سکتے ہوں اور اس مقصد کے لئے اخراجات برداشت کر سکتے ہوں ان سے درخواست ہے کہ وہ اس بابرکت سکیم میں حصہ لیں اور حضور ایدہ اللہ کے ارشاد پر لبیک کہیں۔ اس سکیم میں آپ خود یا اپنے دوستوں یا اپنے اہل خانہ کے ہمراہ حصہ لے سکتے ہیں اور سال میں کسی بھی وقت خود کو پیش کر سکتے ہیں۔

اس سکیم کا مقصد احمدیت کی اشاعت اور خصوصاً روس میں موجود احمدیوں کو تلاش کرنا ہے جو اس وقت ہمارے علم میں نہیں ہیں۔ یہ ایک انتہائی اہم اور فوری نوعیت کی تحریک ہے۔ اس مقصد کے لئے احباب جماعت کو فوری طور پر آگے آنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کرے

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شب و روز

مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب۔ ربوہ

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور خلق میں بے مثال تھے۔ آپ کے خلق کا قرآن کریم نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے فرمایا انک لعلیٰ خلق عظیم۔ کہ بیشک اخلاق کے میدان میں آپ عظمت کے مقام پر فائز ہیں۔ آپ کے اخلاق کو اپنانے اور آپ ؐ کی سیرت کے ایک ایک نقش کو اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کا مطالعہ کیا جائے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کو کس طرح گزارا اور آپ کے صحابہ نے آپؐ کو کس نظر سے دیکھا اور کس طرح آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنی زندگی میں داخل کر دیا۔ اس مختصر سے مضمون میں بھی صحابہ کی زبان سے آنحضورؐ کی روزمرہ زندگی کے بارے میں آپ کو پتہ چلے گا۔ حضرت مسیح موعود۔۔۔۔۔۔ فرماتے ہیں "انبیاء اور اولیاء کا وجود اس لئے ہوتا ہے تا لوگ جمیع اخلاق میں ان کی پیروی کریں"۔ (براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۶ حاشیہ نمبر ۱۱)

حضرت علی آپؐ کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں، حضور خندہ جبیں، نرم خو اور مہربان طبع تھے۔ ترش مزاج اور سنگدل نہ تھے کوئی برا کلمہ زبان پر نہ لاتے تھے۔ عیب جو نہ تھے اگر کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے تو اس سے چشم پوشی فرماتے۔ اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے دور کر دی تھیں۔ جھگڑا، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔ اگر کوئی بے باکی سے گفتگو کرتا تو آپؐ تحمل سے کام لیتے۔ خوشامد پسند نہ کرتے تھے اگر کوئی بات کرتا تو غور سے سنتے اور اس کی بات نہ کاٹتے۔ نہایت فیاض، راست گو، نرم طبع اور خوش طبع تھے۔ جو آپ کی صحبت میں رہتا آپ سے محبت کرنے لگتا۔ (شمائل ترمذی)
آپ کی سیرت کا نہایت جامع خلاصہ حضرت عائشہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنَ کہ حضور کی سیرت قرآن ہے یعنی قرآن خدا کا کلام ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال اس کلام کی تفسیر ہیں۔ اسی وجہ سے آپؐ نے فرمایا "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ" کہ میری بعثت کا مقصد اعلیٰ اخلاق کا قیام ہے۔ جہاں آپ حسن خلق اور حسن باطنی میں بے مثل و مانند تھے وہاں خلق اور حسن ظاہری میں بھی یگانہ روزگار تھے۔ آپ کی پرکشش شخصیت کا عکس آپ کے چہرے سے خوب نمایاں تھا جس کے ہزاروں فدائی اور عاشق پیدا ہوئے اور بلاشبہ آپ کا کھلتے ہوئے سفید رنگ کا بھرا بھرا سا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوتا تھا۔

شرافت و عظمت کا نور اس پر برستا تھا اور بشاشت و مسکراہٹ اس پاکیزہ چہرے کی رونق ہوتی تھی۔ آپ کا قد میانہ تھا۔ رنگ سفید سرخی مائل، پیشانی کشادہ، سر بڑا تھا اور بال گھنے، ریش مبارک گھنی تھی۔ ناک پتلی کھڑی ہوئی، سیاہ خوبصورت آنکھیں اور پلکیں لمبی لمبی تھیں۔ رخسار نرم و ملائم تھے، دانت فاصلے دار اور سفید موتیوں کی طرح چمکدار تھے۔ گردن لمبی، سینہ فراخ، بدن چھریرا اور پیٹ سینہ کے برابر تھا۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی ہلکی سی لکیر تھی۔ شانوں اور کلائیوں پر بال تھے۔ ہتھیلیاں گوشت سے پر تھیں، کلائیاں لمبی تھیں، پاؤں کی ایڑیاں نازک اور ہلکی تھیں، پاؤں کے تلوے بیچ سے خالی تھے۔

ایک عاشق رسول حضرت جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں ایک چاندنی رات میں آسمان پر چاند چمک رہا تھا۔ حضور ایک خوبصورت سرخ جبہ پہنے ہوئے تھے۔ میں کبھی آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو، بخدا مجھے آپ چاند سے زیادہ حسین اور خوبصورت نظر آئے۔

حضرت انس کہتے ہیں آپ کے ہاتھ نرم تھے، سر کے بال اکثر کانوں کی لو سے نیچے ہوتے، آپ سیدھی مانگ نکالتے تھے، بالوں میں تیل لگاتے۔ وفات کے وقت ریش مبارک میں گنتی کے چند بال سفید تھے۔ چال ایسی سبک تھی جیسے ڈھلوان سے اتر رہے ہوں، بات کرتے تو آہستہ اور اسے دہراتے تاکہ مخاطب مفہوم سمجھ لے، بات کرتے وقت کبھی ہاتھ بھی پلٹتے، حیا کی وجہ سے آنکھیں نیچے رکھتے، قہقہہ مار کر ہنسنے کی عادت نہ تھی مگر مسکراہٹ آپ کے چہرے کی زینت تھی۔ لباس، بستر اور رہائش بہت سادہ تھی عام طور پر ٹوپی استعمال فرماتے مگر جمعہ کے روز کلاہ کے اوپر پگڑی پہنتے۔ عیدین اور وفود کے آمد پر عمدہ کپڑے اور خاص طور پر ایک سرخ قبا زیب تن فرماتے۔ سفید کپڑے زیادہ پسند تھے مگر سرخ، سبز اور زعفرانی رنگ بھی استعمال فرمائے۔ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اس کا نام لے کر دعا کرتے کہ اے اللہ تیری حمد ہے جو یہ کپڑا مجھے عطا فرمایا میں تجھ سے اس کی خیر طلب کرتا ہوں۔ آپ جبہ یا جامہ اور سردی میں تنگ آستین والی روئی بھری صدری بھی استعمال فرماتے تھے۔ وضو کے بعد پونچھنے کے لئے ایک رومال بھی رکھتے۔

آپؐ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا اگر پسند ہوتا تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ گوشت میں دستی کا گوشت زیادہ پسند تھا اور سبزیوں میں سے کدو بطور خاص آپ کو مرغوب تھا۔ حضرت عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ حلوا اور شہد کو آپ پسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ سے ہی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے اور شروع میں بسم اللہ کہنا بھول جائے تو جب یاد آئے تو کہے بسم اللہ اولہ و آخرہ کہ اس کا آغاز بھی اللہ کے نام سے ہو اور اختتام بھی۔

فرمایا کہ جب کوئی اللہ کا نام لئے بغیر کھانا شروع کرتا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ شیطان کھاتا ہے اور جب وہ بسم اللہ کہتا ہے تو شیطان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ بعض اوقات اگر کچھ نہ ملا تو سرکہ میں بھگو کر خشک ٹکڑے ہی چبالئے چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر جب آپؐ عظیم فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے تو اس دن بھی آپؐ نے خشک روٹی کے ٹکڑے سرکہ کے ساتھ کھائے اور فرمایا نِعْمَ الْاِدَامُ خَلٌّ کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔

ہاتھ سے کام کرنے کو عار نہ سمجھتے عام آدمیوں کی طرح گھر میں کام کرتے۔ کپڑے خود سی لیتے، پیوند لگالیتے، جوتا ٹانک لیتے، جھاڑو دے لیتے، جانوروں کو چارہ ڈال دیتے اور ان کا دودھ دوہ لیتے۔ آپ مسلمانوں کی دعوت بلا تفریق قبول فرماتے۔ غلام کی دعوت بھی قبول کی بچوں اور غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیتے۔

آنکھوں کی حفاظت کے لئے روزانہ رات کو سرمہ لگاتے اور فرماتے کہ سرمہ نظر کو تیز کرتا اور بال اُگاتا ہے۔ دانتوں کی صفائی پر بہت زور دیتے اور فرماتے کہ اگر امت کی تکلیف کا خیال نہ ہوتا تو دن میں پانچ مرتبہ مسواک کا حکم دیتا۔ اپنا یہ حال تھا کہ گھر میں داخل ہوتے تو مسواک کرتے، رات کو سونے سے پہلے اور پھر صبح اٹھتے ہی مسواک فرماتے۔ مسواک آڑے رخ یعنی نیچے سے اوپر کرتے۔ آپ پسند فرماتے کہ آپ سے اچھی خوشبو آئے۔ اپنی مخصوص خوشبو سے پہچانے جاتے تھے خوشبو کا تحفہ رد نہ فرماتے۔ ہر کام میں دائیں پہلو کو ترجیح دیتے، جوتا پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے، نہانے وغیرہ میں یہی معمول تھا۔

مجلس میں چھینک آتی تو منہ پر رومال یا ہاتھ رکھ کر آواز دھیمی کرتے اور الحمد للہ پڑھتے۔ کسی دوسرے کو چھینک آتی تو یرحمک اللہ کی دعا پڑھتے۔ جماہی آتی تو ہاتھ منہ پر رکھ لیتے، تھوک پر مٹی ڈال کر اسے دفن کردیتے۔

موسم گرما کی سخت گرمیوں کے بعد جب موسم سرما کی آمد آمد ہوتی تو خوش ہو کر اسے مرحبا کہتے۔ سخت بادل یا آندھی کو دیکھ کر فکر مند ہوجاتے اور چہرہ متغیر ہوجاتا مگر موسم گرما کی عام بارش سے خوش ہوتے اور اس کا قطرہ زبان پر لے کر فرماتے "میرے رب کی رحمت کا پہلا قطرہ"۔ خوش ہوتے تو چہرہ خوشی سے تمتما اٹھتا، ناراض ہوتے تو چہرے کا رنگ سرخ ہوجاتا۔

آپ ہر وقت خدا کا ذکر کرتے تھے۔ رات کو جب نیند سے بیدار ہوتے تو ان الفاظ میں اپنے آقا کو یاد کرتے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ

کہ ہر قسم کی تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جس نے ہمارے مرنے (یعنی سونے) کے بعد دوبارہ زندہ کیا اور اسی کی

طرف جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رات کو جب تہجد سے فارغ ہوتے تو یہ دعا کرتے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي نُورًا فِي قَلْبِي وَاجْعَلْ لِي نُورًا فِي سَمْعِي وَاجْعَلْ لِي نُورًا فِي بَصَرِي وَاجْعَلْ لِي نُورًا عَنْ يَمِينِي وَنُورًا عَنْ شِمَالِي وَاجْعَلْ لِي نُورًا مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَنُورًا مِنْ خَلْفِي وَزِدْنِي نُورًا وَزِدْنِي نُورًا وَزِدْنِي نُورًا

یعنی اے اللہ میرے دل میں نور ڈال، میرے کانوں اور میری آنکھوں کو نور عطا فرما، میرے دائیں اور میرے بائیں نور کردے، میرے آگے اور میرے پیچھے نور کردے اور مجھے نور میں بڑھا اور مجھے نور میں بڑھا اور مجھے نور میں بڑھا۔

کھانا شروع کرتے تو

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ

کہ اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ شروع کرتا ہوں۔ جب کھانا کھاچکتے تو ان الفاظ میں اپنے آقا کی حمد کرتے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

کہ ہر تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمان بنایا۔

غرض آپ کی زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی۔ آپ سوتے وقت، پہلو بدلتے وقت، بیدار ہوتے وقت، وضو یا غسل کرتے وقت، لباس بدلتے وقت، گھر سے باہر جاتے وقت، گھر میں آتے وقت، مسجد میں داخل ہوتے وقت، مسجد سے نکلتے وقت، سواری پر چڑھتے وقت، نئے چاند کو دیکھتے وقت، ہوا کی تیزی کے وقت، بارش کے نزول کے وقت، نیا پھل ملنے پر، بیت الخلاء جاتے وقت، بیت الخلاء سے نکلتے وقت، دودھ پیتے وقت، کسی بستی میں داخل ہوتے بعض مخصوص دعائیں پڑھتے جو سب کی سب احادیث میں لکھی ہیں اسی لئے آپ کے دشمن بھی کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ کہ محمد تو اپنے رب کا عاشق ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور جب مجلس میں تشریف فرما ہوتے اور جب واپس تشریف لے جاتے خدا کا ہی ذکر آپ کی زبان پر ہوتا۔ جب مجلس میں تشریف لاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتے اور لوگوں کو بھی اسی طرز عمل کی تلقین فرماتے۔ اپنے ہمنشین کا اکرام فرماتے جو بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے یہاں تک کہ وہ خود واپس ہونا چاہتا۔ اخلاق کا دامن ایسا وسیع تھا کہ گویا آپ شفیق باپ ہیں اور لوگ آپ کی اولاد۔ آپ کی مجلس علم و حیا اور صبر و امانت کی مجلس ہوتی جس

باقی صـ۱۹ پر

حضرت امام جماعت احمدیہ کے اپنی پیاری جماعت کے لئے جذبات تشکر

اہلیہ کی شفایابی ایک معجزہ ہے۔ جو خدا سے نور یافتہ لوگوں کی مثال ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ اکتوبر بمقام بیت الفضل لندن میں خطبہ کے آخر پر فرمایا:

"میں دو باتوں میں مختصراً تمام احباب جماعت عالمگیر کا بے حد شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ فیض کا مضمون چل رہا ہے جو خدا سے فیض یافتہ ہوں وہ پھر تمام بنی نوع انسان کو فیض پہنچاتے ہیں۔ بھائی منور جو میرے بڑے بھائی تھے ان کی وفات کے بعد اس کثرت سے تمام دنیا سے احمدیوں کے تعزیت کے بہت ہی درد میں ڈوبے ہوئے، اخلاص سے روشن خطوط ملے ہیں کہ ان کے اوپر اظہار تشکر کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ لیکن اس کثرت سے آرہے ہیں کہ یہاں کے موجودہ سٹاف کی رو سے یہ بھی ممکن نہیں کہ جیسا کہ میری خواہش تھی کہ ہر ایک کو اس کے مضمون کے مطابق شکریے کا جواب دوں بلکہ اب تو تعداد اتنی بڑھ گئی ہے کہ وہ باقاعدہ ایک تحریر چھپوا کر بھجوانا بھی ممکن یا ممکن تو ہوگا لیکن بہت مشکل ہے۔ اس لئے میں نے سوچا کہ خطبے کے آخر پر ایسے تمام احباب کا دلی شکریہ ادا کروں۔ ان کا دل یہ ضرور چاہتا ہوگا کہ میں ان کی تحریر پڑھوں اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے جذبات کا مطالعہ کروں، یعنی تحریر کی روشنی میں تو میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے۔ ہر شخص کی تحریر کے اندر جو باریک لطافتیں چھپی ہوئی تھیں۔ جو خاص ان کے تجربات تھے۔ مرحوم بھائی کے ساتھ ان کی جو واقفیت یا ان کے فیض کا ذکر ہے، وہ ساری باتیں میں نے جذب کیں اور ہر شخص کا اس کی حیثیت اور توفیق کے مطابق شکر گزار ہوا۔ اور اسی لئے خط کے مضمون کے مطابق اس کیلئے دعا گو ہوا۔ پس میرے اسی شکریہ کو کافی سمجھا جائے اور اس خطبہ کے ذریعے میں تمام احباب جماعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

دوسرا پہلو میری اھلیہ کی اچانک بیماری کا ہے۔ ان کو دل کا دورہ ہوا لیکن چونکہ ذیابیطس بھی تھی اور بیماری کی شکل میں کچھ اور ایسے الجھاؤ تھے کہ جس کی وجہ سے طبیب کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ پہچان سکے کہ یہ دل کا دورہ ہے۔ اور اچھے سے اچھا طبیب بھی اس معاملے میں دھوکہ کھا جاتا ہے چنانچہ باوجود اس کے کہ دل کا بے حد شدید حملہ تھا جس سے عموماً انسان جانبر نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور چار پانچ دن اسی حالات میں کہ پتہ بھی نہیں کہ دل کی تکلیف ہے وہ پھرتی بھی رھیں، سفر کی میری تیاری بھی کرواتی رہیں اور شدید تکلیف میں رھیں لیکن نہ احساس ہونے دیا کہ کیا ہو رہا ہے، نہ پوری طرح بتایا۔ جب آخر پتہ چلا تو ڈاکٹر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو ناممکن نظر آتا ہے کہ دل کے اتنے شدید حملے کا مریض

بچ جائے اور پھر مسلسل سیڑھیاں چڑھ رہا ہے، اتر رہا ہے کپڑے PACK کر رہا ہے، سفر کی تیاری کر رہا ہے۔ یہ تو ناقابل یقین بات ہے لیکن اس کو یہ نہیں پتہ کہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے دعاگو جماعت ہے اور ان کی بیماری کی خبر کے بعد جو دعائیں ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب تھا وہ دعاؤں سے پہلے بھی بعض دفعہ قبول فرمالیتا ہے اور اس کثرت سے احباب جماعت کے خطوط ملے ہیں اور درد سے اسقدر بلک بلک کے ساری دنیا میں احباب نے دعائیں کی ہیں کہ یہ ناممکن تھا کہ ان کا فیض نہ پہنچتا۔

پس یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو خدا سے براہ راست نور یافتہ ہوں، خدا سے براہ راست فیض یافتہ ہوں۔ وہ بھی سورج بن کر ابھرتے ہیں اور تمام عالم میں ان کا فیض پہنچتا ہے۔ اس لئے اگر فجی ہو یا امریکہ ہو یا افریقہ ہو یا پاکستان یا ھندوستان، کہیں بھی کوئی احمدی ہے اسکی دردناک دعاؤں کا فیض میں نے خود دیکھا ہے کہ ھم تک پہنچتا رہا اور آخری شکل یہ ہے کہ جن ماہرین نے دیکھا ان میں سے ایک نے ہمارے ایک احمدی ماہر قلب کو فون پر بات کرتے ہوئے امریکہ کہا کہ میں خلاصتہ صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ معجزہ ہے اس کے سوا ہمیں کچھ سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا واقعہ ہو گیا کیونکہ جس بیماری میں بظاھر مرنا یقینی تھا اس بیماری سے نہ صرف شفا ملی بلکہ اس کے بعد مسلسل اس بیماری کو چیلنج کیا گیا کہ آؤ مار کے دکھاؤ۔ اور پھر بھی بیماری کو مارنے کی توفیق نہیں ملی۔ اور پھر شفاء اس نوعیت کی ہوئی کہ ماہر قلب نے خود مجھے بتایا کہ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیا ہوا ہے۔ کوئی بیماری کا بد اثر جو دل کے ساتھ زندگی بھر چمٹ جایا کرتا ہے وہ ان کی صورت میں نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اگر احتیاط کی جائے، ابھی تو وقت لگے گا، تین مہینے ابھی اس زخم کو مندمل ہونے میں لگیں گے جو کافی بڑے حصے پر واقع ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ احتیاط تو لازماً ہے لیکن اب تک جو صورت حال ابھری ہے وہ یہی ہے کہ اس کی ان پیچیدگیوں سے اللہ تعالیٰ نے بچالیا ہے جو بالعموم ایسے مریضوں کو لاحق ہو جایا کرتی ہیں۔

اس ضمن میں ایک چھوٹا سا دلچسپ واقع بھی سنا دوں اور اس سے انسان کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ ضروری نہیں کہ الہام ہو لیکن ایسے واقعات ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے پیغام بن جاتے ہیں۔ اور انسان ان کو پیغام کے طور پر سمجھ لیتا ہے اور اس کی پہچان کے بھی واضح نشانات ہوا کرتے ہیں جس وقت ان کی بیماری نے شدت اختیار کی اور ڈاکٹر نے بالآخر ہمیں بتایا کہ دل کا شدید حملہ ہے اور COMPLETE HEART FAILURE میں جا چکی ہیں اس وقت دعا کے بعد میں لیٹا تو میں نے ٹیلی وژن خبروں کے لئے آن کیا لیکن عجیب بات ہے کہ اس چنیل پر خبروں کی بجائے پنجابی کی ایک قوالی یہاں انگلستان میں آرھی تھی اور وہ قوالی یہ تھی (مجھے لفظ تو پورے یاد نہیں) کہ

جینوں سائیاں رکھے انوں نہ مارے کوئی

جس کو سائیں نے رکھنے کا فیصلہ کیا ہے اس کو مار کوئی نہیں سکتا اور قوالوں کی طرح وہ اس مصرعے پر اڑا ہوا تھا یہی کہے جا رہا تھا۔ اچانک مجھے خیال آیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ میری دعا کا جواب دے رہا ہے کہ یہ مریض وہ ہے جس کو مارنے کی پوری کوشش کی گئی مگر خدا نے فیصلہ کیا ہوا ہے کہ نہیں مارنے دینا اسلئے تم لوگ کچھ نہیں کر سکتے جو مرضی کر لو خدا نے اس مریض کو نہیں مرنے دینا۔

اب یہ دل کا ایک تاثر ہو سکتا تھا لیکن اسی شام جب میں ہسپتال بی بی سے ملنے گیا تو انہوں نے یہ عجیب بات بتائی۔ کہتے ہیں کہ اس ہسپتال میں تو نہ کوئی گانے نہ شور نہ ٹیلی وژن دل کی INTENSIVE CARE ہے آواز بھی باہر سے نہیں آتی۔ جس وقت میرا ECG ہو رہا تھا اس وقت اچانک کہیں سے ایک ٹیلی وژن یا ریڈیو آن ہوا ہوگا تو یہ آواز بار بار پنجابی گانے کی آرہی تھی کہ

جینوں سائیاں رکھے انوں نہ مارے کوئی

اب اس ہسپتال میں میں بار بار گیا ہوں۔ میں نے ایک دفعہ بھی نہ ریڈیو کی آواز سنی نہ ٹیلی وژن کی آواز سنی اور INTENSIVE CARE میں ویسے بھی آوازیں نہیں پہنچا کرتیں لیکن خدا نے یہ بتانا تھا کہ یہ بھی الہام کی ایک قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا کی آوازوں کے ذریعے جو کہ عام قانون میں جاری ہیں ایک پیغام پہنچا دیتا ہے اور اسے تقویت دینے کی خاطر اس اعجازی رنگ میں اس کو دہراتا ہے کہ انسان کے لئے شک کی گنجائش نہ رہے اور پھر شفاء کے بعد کے جو واقعات ہیں وہ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ثابت کرتے ہیں کہ یہی خدا کا فیصلہ تھا۔ الحمدللہ۔ اور مجھے یقین ہے کہ اصل تو یہ کہنا چاہیئے کہ صرف خدا کا فیض ہے لیکن اس فیض کو بندوں میں دوہرا لطف پیدا کرنے کی خاطر وہ دعاؤں کے ساتھ ملا دیا کرتا ہے تاکہ بندوں کو یہ بھی لطف آئے کہ ہمارا بھی ہاتھ لگا ہوا ہے۔ پس ان معنوں میں بھی دعاؤں کا ممنون ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے محبت کرنے والے احباب جماعت کا ھاتھ بھی لگوا دیا ورنہ اصل میں تو ہر فیض اسی سے جاری ہوتا ہے اور اسی کے فیصلے کے مطابق جاری ہوتا ہے۔ بہر حال تمام احباب جماعت کا میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ جتنے بھی خط ملتے ہیں میں خود بھی بڑے غور سے پڑھتا ہوں اور بی بی کو بھی پہنچا دیتا ہوں وہ بھی پڑھتی ہیں اور ہر ایک کا پیغام ان تک براہ راست بھی پہنچ رہا ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء"۔

بقیہ صـ۱۶ـ سے

میں کوئی شور و شغب نہ ہوتا۔ کسی پر تہمت نہ ہوتی، کسی کی عزت پر حملہ نہ ہوتا اور کسی کی لغزشوں کا ذکر نہ ہوتا۔ آپ کی مجالس میں سب مساوی ہوتے۔ فضیلت کی بناء محض تقویٰ ہوتی۔ وہاں بڑے کی عزت کی جاتی اور چھوٹے پر رحم ہوتا۔ آپ کے قرب کے لئے حاجت مندوں کو ترجیح دی جاتی۔ حاضر کی خبر گیری ہوتی۔

(شمائل ترمذی باب ماجاء فی تواضع رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت اقدس مسیح موعود۔۔۔۔۔۔۔۔ فرماتے ہیں "دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۲۸۸)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں "میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔ (حقیقتہ الوحی صفحہ ۶۵)

سالِ نو تحریکِ جدید کا اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲ نومبر کے خطبہ جمعہ کے ذریعہ تحریک جدید کے ستاونویں سال کا اعلان فرما دیا ہے اور مخلصین جماعت اور دنیا بھر کی جماعتوں کو معقول اضافہ کے ساتھ قربانیاں پیش کرنے کی دعوت دی ہے

جماعت احمدیہ امریکہ نے امسال ایک لاکھ پینتیس ہزار ڈالر کا وعدہ پیش کیا ہے جبکہ گذشتہ سال ایک لاکھ بیس ہزار کا وعدہ تھا۔

جملہ عہدیدار حضرات جلد از جلد قربانیاں پیش کر کے سبقت کے ثواب سے بہرہ ور ہوں۔

بک سٹال :-

لاس اینجلس سے مکرم انعام الحق صاحب کوثر نے اطلاع دی ہے کہ مورخہ ۱۹ ستمبر کو CHINO شہر کے میلہ میں ہمیں بک سٹال لگانے کا موقع ملا (جس میں کتب فروخت کرنے کی اجازت نہ تھی) چنانچہ اسکی خوب تیاری کی گئی۔ پانچ خدام اور ایک انصار مکرم جٹالہ صاحب نے اس سلسلہ میں مدد کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۹۰ فیملیز نے ہمارے سٹال سے لٹریچر حاصل کیا۔ اسلام کے بارہ میں معلومات حاصل کیں۔ یہ تمام احباب ہمارے علاقہ کے تھے 98 فیصد سفید امریکن اور بڑے اچھے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ دوپہر 3 بجے سے شام 8 بجے تک یہ جاری رہا گو پانچ گھنٹوں کے مختصر وقت میں ہمیں اپنے علاقہ کے لوگوں سے متعارف ہونے کا بہت اچھا موقعہ ملا۔ 59 امریکن دوستوں نے اپنے پتہ جات دیئے مزید معلومات بھجوانے کیلئے۔ (32 فیملیز فی گھنٹہ اوسط رہی) خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے سٹال پر ہر وقت رش رہا۔ اور ایریا کے لوگوں نے بھی بہت اچھے انداز سے ہمیں خوش آمدید کہا۔ ہم نے اس علاقے میں پہلی مرتبہ سٹال لگایا تھا۔

ولادت :-

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مکرم ملک مبارک احمد صاحب سیکرٹری مال جماعت احمدیہ امریکہ کو تین بیٹیوں کے بعد پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بیٹے کا نام "رضوان احمد" تجویز فرمایا ہے۔ مکرم ملک صاحب اور آپ کے تمام عزیزوں کو بہت بہت مبارک ہو۔

اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ خادم دین بنائے اور والدین کیلئے قرۃ العین ہو۔ آمین۔

بالنبلا ۔۔۔ وزنہ الحرز
AHMADIYYA MUSLIM FOREIGN MISSIONS OFFICE
INTERNATIONAL HEADQUARTERS RABWAH, PAKISTAN
London Office: 16 Gressenhall Road, London SW18 5QL, U.K. Telephone: 081-870 6134
Cables: Islamabad London, Telex: 28604 MON REF.G 1292, Fax: 081-870 1095

سرکلر

Ref: T- 7790
Date: 04 NOV 1990

مکرم امیر صاحب / مبلغ انچارج / صدر جماعت صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تحریک "وقف نو" کی مقررہ مدت ۳ / اپریل ۱۹۹۱ء کو ختم ہو رہی ہے۔
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تحریک سے متعلق درج ذیل فیصلہ جات فرمائے ہیں۔ جو جملہ احباب جماعت تک پہنچانے کے لئے آپ کو بھجوائے جا رہے ہیں۔

① ـــ فرمایا: چونکہ ۳ / اپریل ۱۹۹۱ء کو تحریک وقف نو کی مقررہ مدت ختم ہو رہی ہے اسلئے اسکے ساتھ ہی تحریک وقف نو میں شمولیت ختم ہو جائے گی۔

② ـــ فرمایا: ۳ / اپریل ۱۹۹۱ء کے بعد بچوں کا وقف حسب سابق وقف اولاد کے تحت جاری رہے گا۔

③ ـــ ۳ / اپریل ۹۱ء کے بعد صرف وہ بچے تحریک وقف نو میں شامل ہو سکیں گے:

(i) ـــ جن کے والدین نے اپنی متوقع اولاد کو وقف کرنے کی درخواست باقاعدہ تحریری طور پر ۳ / اپریل ۱۹۹۱ء سے قبل بھجوا دی ہوگی۔ ان کے بچے جب بھی پیدا ہونگے۔ اس تحریک میں شامل ہو سکیں گے

(ii) ـــ یا جن کے والدین نے ۳ / اپریل ۹۱ء سے قبل باقاعدہ تحریری طور پر وعدہ کیا ہو کہ آئندہ بچہ / بچی کو وقف کریں گے۔ ایسے احباب کو جب بھی خدا تعالیٰ اولاد عطا فرمائے گا وہ وقف نو میں شامل ہو سکیں گے۔

④ ـــ ایسے احباب جن کے اس ۴ سال کے عرصہ میں بچے پیدا ہوئے ہیں مگر انہوں نے وقف کے لئے درخواست نہیں بھجوائی۔ اگر وہ ۳ / اپریل ۹۱ء کے بعد ایسے بچوں کو وقف کرنا چاہیں گے۔ تو وہ وقف نو میں شامل نہیں کئے جائیں گے۔

• براہ کرم یہ ہدایات اپنے جماعتی اخبار یا رسالے میں شائع کریں اور کوشش کریں کہ تمام احباب جماعت کو ان کا علم ہو۔

• درج ذیل ہدایات بھی شائع کروا دیں اور جملہ احباب جماعت تک پہنچائیں:-

① — 3 راپریل 87ء سے قبل پیدا ہونے والے بچوں کی درخواستیں وقف اولاد کے تحت براہ راست وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو بھجوائی جائیں کیونکہ وقف نو میں وہ بچے شامل کئے جا رہے ہیں جو 3 راپریل 87ء کے بعد پیدا ہوئے ہیں:

② — جو احباب وقف نو میں شمولیت کے لئے حضور انور کی خدمت میں خط تحریر کریں وہ بچے کا نام، بچے کی والدہ / والد اور دادا کا نام اور پورا پتہ ضرور تحریر کریں

③ — جن احباب کو وقف نو کے فارم بھجوائے گئے ہیں وہ جلد از جلد ان فارموں کو پُر کر کے واپس بھجوائیں کیونکہ ان کی وجہ سے ریکارڈ کی تیاری کا کام مکمل نہیں ہو رہا۔

④ — جو احباب اپنے وقف شدہ بچوں کی تصاویر حضور انور کی خدمت میں ارسال کرتے ہیں وہ تصویر کی پشت پر بچے کا نام اور والد کا نام اور پتہ اور اگر حوالہ وقف نو معلوم ہو تو ضرور درج کر دیا کریں تا کہ شعبہ وقف نو کو معلوم ہو سکے کہ کس کی تصویر ہے۔

نوٹ — یہ سرکلر بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بعض احباب جماعت عدم علم کی وجہ سے اس تحریک میں شامل ہونے سے محروم ہو جائیں۔ تمام احباب کو آگاہ کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

والسلام خاکسار

مبارک احمد

ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن